جلد 20 شمارہ 6 ماہ جون 2018ء رمضان/شوال 1439ھ
صداقت
محبت
اللہ
سلسلہ عالیہ توحیدیہ
ماہنامہ
فلاحِ آدمیّت
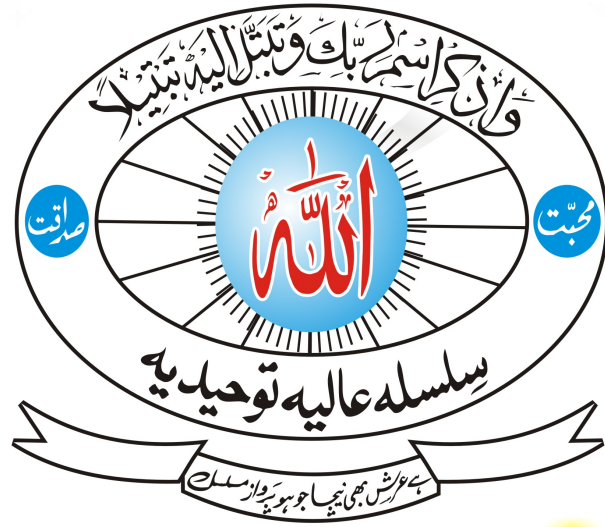
سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ما سواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942

معاون مدیر: خالد محمود بخاری 0300-7374750

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فهد محمود، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

دل کی بات

الحمد للہ مجلّہ "**فلاح آدمیت**" بانی سلسلہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تعلیم کے مطابق اپنے بھائیوں کی علمی، اخلاقی اور روحانی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ فرقہ واریت اور مسلکی اختلافات سے بچتے ہوئے، قرآن و سنت کے عین مطابق حب اللہ اور حب رسول اللہ ﷺ، کثرت ذکر، اصلاح اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل جو تعلیم دے رہے ہیں اسے ہر سطح پر پذیرائی مل رہی ہے اور یہ امر اللہ کے فضل اور اس کی نصرت کی واضح علامت ہے۔ دنیا کی محبت اور مادہ پرستی کی ظلمت کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے سچے دین کی روشنی کو پہلے سے بھی زیادہ خلوص اور ولولے سے آگے بڑھانے کی اشد ضرورت ہے۔ اصلاح اُمت کے اس کارِ خیر میں ہمیں اپنے تمام بھائیوں اور قارئین مجلّہ کے مزید ایثار کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر آپ کی جدوجہد اور مالی تعاون نہ صرف اس کے ہاں مقبول و ماجور ہوگا بلکہ اس کی رحمت سے بہتر نتائج کا ظہور بھی ہوگا۔

اس سلسلے میں آپ بھائیوں سے چند گزارشات کرتا ہیں، اُمید ہے کہ آپ اس عظیم کام کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان پر دل و جان سے عمل کریں گے۔

۱: تمام قارئین سے التماس ہے کہ مجلّہ "فلاح آدمیت" زیادہ سے زیادہ بھائیوں کو پڑھنے کے لیے خود پہنچائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے دین کی تعلیم زیادہ سے زیادہ بھائیوں تک پہنچے اور اصلاح و خدمت کا دائرہ وسیع ہوتا چلا جائے۔

۲: جن بھائیوں کے پاس مجلّہ کی گزشتہ برسوں کی کاپیاں موجود ہوں وہ ہر سال کے علیحدہ علیحدہ مجموعے جلد کرا کر انہیں محفوظ کرلیں تاکہ اس قیمتی علمی مواد سے بار بار استفادہ کیا جاسکے

۳: بہت سے احباب کے نام مجلّہ اعزازی طور پر بھیجا جا رہا ہے، اُمید ہے کہ اب تک وہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے اغراض و مقاصد سے اچھی طرح آگاہ ہو چکے ہوں گے۔ان سے گزارش ہے کہ اگر وہ اس حقیقت سے متفق ہیں کہ یہ مجلّہ اصلاح اُمت اور تعمیر ملت کے لیے مفید ہے اور خدمت انجام دے رہا ہے تو وہ اس کے سالانہ خریدار بن کر اس کارِ خیر میں عملی طور پر شریک ہو جائیں۔

۴: سلسلہ توحیدیہ کے برادران اپنے جن رشتہ داروں اور دوستوں کے نام چھ ماہ کے لیے اعزازی طور مجلّہ بھجوانا چاہتے ہوں وہ ان کے مکمل ایڈریس ایڈیٹر صاحب یا مرکز تعمیر ملت کے ایڈریس پر بھیجتے رہا کریں۔ان کے نام مجلّہ جاری کر دیا جائے گا تا کہ سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم کو وسیع تعارف اور فروغ حاصل ہو سکے۔

۵: تمام خادمان حلقہ توحیدیہ کا فرض ہے کہ وہ اس امر کو یقینی بنائیں کہ ہر بھائی مجلّہ کا خریدار رہے۔ اگر کوئی بھائی مالی استطاعت نہ رکھتا ہو تو دوسرے بھائی اس کی مدد کریں۔

۶: مجازین کرام، خادمان حلقہ اور دوسرے تعلیم یافتہ حضرات سے خصوصی اپیل ہے کہ وہ کم از کم ہر دو ماہ میں ایک اصلاحی مضمون ضرور بھیجا کریں۔آپ اپنے دل کی جو بات اپنے بھائیوں تک پہنچانا چاہتے ہیں وہ لکھ کر بھیج دیا کریں۔ادارہ اس کی نوک پلک خود ہی سنوار لے گا۔

(ادارہ)

عیداور تجدیدِ عہد

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

خوش بخت ہیں وہ انسان جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان کی دولت ملی اور مقصود حیات سے آ گاہی نصیب ہوئی ۔ان کے دلوں میں اپنے معبود اور محبوب کی بندگی کا ذوق اور اس کی رضا کی طلب گھر کر گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی اطاعت کو فلاح دارین کا وسیلہ جان کر صراط مستقیم پر گامزن ہو گئے ۔اہل ایمان کے لیے ان کی منزل آسان فرمانے کے لیے اللہ رحیم وکریم نے اپنی رحمت سے چند عبادات فرض قرار دے رکھی ہیں اور اللہ کے بندے پورے اہتمام، ادب و احترام اور ذوق و شوق کے ساتھ ادا کرتے ہیں ۔وہ اس حقیقت کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت کی قطعی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔یہ تو اس کی خاص رحمت ہے کہ اپنے قرب ولقاء کے حصول کے طریقے انبیاء کرام علیہم السلام کے توسل سے انسانوں کو بتا دیئے ہیں ۔ان فرض عبادات میں سے ماہ رمضان کے روزوں کی بھی خاص اہمیت ہے ۔اہل ایمان اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی منزل کے مسافروں کے لیے بہترین **زادِ راہ تقویٰ** ہے ۔اس راہ کے سالکوں کے لیے قرآن مجید میں مکمل ہدایات موجود ہیں ۔لیکن انہیں متقین ہی سمجھ پاتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے عزت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے اور آخرت کی نعمتیں بھی متقین کیلئے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ اہل ایمان اپنے قلوب کو تقویٰ کے نور سے مزین کرنے کی خاطر ہر سال ماہ رمضان المبارک کا استقبال ذوق وشوق سے کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تقویٰ ہی کو روزے کا مقصود قرار دیا ہے ۔اس خصوصی مہینہ کا چاند نظر آتے ہی اہل ایمان میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا نیا ولولہ پیدا ہو جاتا ہے اور ان کی زندگی کے معمولات یکسر بدل جاتے ہیں ۔وہ اپنے نفسوں کو

آلائشوں سے پاک کرنے کے لیےخصوصی مجاہدہ کی بھٹی میں ڈال دیتے ہیں۔وہ منکرات سے بچنے کے ساتھ ساتھ دلوں کوجلا بخشنے والے اعمال میں بھی حتی الامکان اضافہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ فرض نمازوں اور زکوٰۃ کے علاوہ نوافل،صدقات اور تلاوت قرآن کی کثرت اس ماہ کو دین کی بہار کاموسم بنا دیتی ہے۔

اس سالانہ تربیت کورس کے دوران اللہ تعالیٰ کی رضا کے متلاشی اپنے آقاو مالک کے حکم پر زندگی کی ناگزیر اورحلال ضروریات کوبھی ترک کر دیتے ہیں تاکہ تقویٰ کا جوہر اس مقام پر پہنچ جائے کہ ہر اس چیز جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند اور اس کے قرب و رضا میں مانع ہے سے بچنا سہل ہو جائے۔اس روحانی تربیت کے نظام پر غور فرمایئے کہ پورا ایک ماہ مخصوص اوقات کے دوران میں حلال چیزوں سے رُکے رہنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔لیکن اس کی غرض و غایت منکرات ومحرمات سے بچنا ہے۔روزہ کے دوران روٹی، پانی اورجنسی تسکین جوکہ حیات انسانی کی بقاء کے لیے نہایت ضروری ہیں، سے منع کر دیا جاتا ہےلیکن ان پابندیوں سے مقصود جھوٹ، غیبت اور خیانت وغیرہ نقصان رساں عادات سے چھٹکارا دلانا ہے۔یہ بات ذہن میں بٹھا لینی چاہیے کہ روزے کاحقیقی مقصد صرف بھوکا اور پیاسا رہنے سے پورا نہیں ہوتا، جب تک زبان، آنکھ، کان اور دوسرے تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی معصیت سے روک لینے کا ملکہ پیدا نہ کیا جائے۔ تعلیم وتربیت کامقصود ہی یہ ہوتا ہے کہ انسانوں کی سوچ اور طرزِ عمل میں تبدیلی لائی جائے۔ بھوک اور پیاس تو حقیقی روزہ کی یاددہانی کرائے رکھنے کا ایک پر حکمت ذریعہ ہے۔اس لئے ہر مومن کو اس نیت اور مصمم ارادہ کے ساتھ روزہ رکھنا چاہیے کہ مجھے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند بنانا ہے۔گویا شکم کا روزہ ایک لحاظ سے روحانی محتسب کا کردار ادا کرتا ہے اور مومن کے دل میں تقویٰ کے جوہر کو تقویت دے کر اسے اللہ کی نافرمانی سے روک لیتا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے قلب مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ”تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے۔“ حضور ﷺ نے حقیقت صوم کو واضح کرنے کے لیے ارشاد فرمایا: ”اگر روزہ دار مومن کو کوئی

گالی دے تو اسے چاہیے کہ جواب میں صرف یہ کہے کہ میں روزے سے ہوں۔" ان ارشادات کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ روزے سے مقصود اصلاح قلب اور ضبط نفس ہے۔

قرآن کریم کے نزول والے پُرانوار مہینہ کے روزوں سے ایمان وعمل میں جونکھار پیدا ہوتا ہے وہ کسی دوسرے مہینہ کے روزوں سے ممکن نہیں ہے۔ مہینہ بھر کی یہ بظاہر کٹھن مشقت در حقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت سمیٹنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا نادر موقع ہوتا ہے۔ لیکن آخر کار ایک دن ماہ شوال کا چاند اُفق پر طلوع ہو کر ماہ صیام کے اختتام کا اعلان کرتا ہے اور مومنین ایک اہم فرض کی بجا آوری پر ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے اور عید کے دن اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔ اس روز اہل ایمان محسوس کرتے ہیں کہ رمضان المبارک کے انوار و برکات نے ان کے قلوب کی حالت بدل کر رکھ دی ہے۔ یہ پُرمسرت موقع روزے رکھ کر انہیں بھول جانے کا نہیں ہوتا بلکہ اپنے معبود و محبوب سے تجدید عہد کرنے کا ہوتا ہے۔ اس عہد کی تجدید کا، جو روز الست اس کو اپنا مالک اور ربّ تسلیم کر کے کیا تھا۔ اس عہد کی تجدید کا جو کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کے احکام کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کے اتباع کا کیا تھا اور اپنی جان اور اپنا مال اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کر دیے تھے۔ اس روز اس عزم کی تجدید کرنی چاہیے کہ اللہ کے دین پر پہلے سے بھی زیادہ ذوق و شوق سے عمل کریں گے۔ عید کے مبارک دن ہمیں اپنے خالق و مالک سے یہ دُعا کرنی چاہیے۔

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں سال کے بقایا حصے یعنی ماہ شوال سے شعبان تک کے عرصہ میں بھی تقویٰ اختیار کرتے ہوئے حرام چیزوں سے بچنے اور اپنی رضا اور اپنی رضا والے اعمال سرانجام دینے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں اپنے نفسوں کی شرارت اور شیطان کے مکروفریب سے اپنی پناہ عطا فرما۔ اپنا فضل و کرم ہر وقت ہمارے شامل حال فرما، تا کہ تیری رحمت سے ہم بھی تیرے صالح اور مقرب بندوں میں شامل ہو سکیں۔ آمین! یا ربّ العالمین!

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

الرَّحْمَنُ ۔عَلَّمَ الْقُرْآنَ رحمان!جس نے قرآن سکھایا۔ خَلَقَ الْإِنسَانَ ۔ انسان کو پیدا کیا۔ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۔ انسان کو بیان سکھایا۔قرآن کے لغوی معنی بار بار پڑھی جانے والی۔قرآن کو اس حیثیت سے لیں۔جو بار بار پڑھی جانے والی چیز ہے۔وہ سکھائی پہلے۔ بار بار Repeat ہونے والی چیز جو ہے وہ پہلے سکھائی۔ الرَّحْمَنُ ۔عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۔ جو Repeat ہونے والا ہے سب کچھ وہ سکھایا۔ خَلَقَ الْإِنسَانَ ۔ جو Repeat کرتے رہتے ہیں ایک بات کو۔پھر انسان کو پیدا کیا۔ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۔ اس کو اس بار بار پڑھی جانے والی چیز کی Explanation کرنا سکھایا۔اس بات کی تفسیر و تشریح کرنے کے لئے اس کو بنایا۔

قرآن کی ایک آیت ہے:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔مفسرین اس پر پوری کتاب لکھتے ہیں کہ یہ کیا ہے۔یہ جو ہر انسان کو دیا۔جیسے ابو الکلام آزاد کی وہ 'اُم الکتاب' ہے۔ وہ کاتبِ تفسیر ہے۔وہی Master piece ہے۔باقی تفسیر میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ (باباجانؒ نے دریافت کیا) کیوں جی! یہ پڑھی ہے؟ جواب ملا کہ نام ہی سنا ہے۔فرمانے لگے تُرجمان القرآن اُن کی تفسیر کا نام ہے۔'اُم الکتاب' علیحدہ کتاب ہے ۔اسے پڑھنے سے پتا چلتا ہے ابوالکلام کے بارے میں کہ یہ ایسے تھے۔

قرآن سے مطلب وہ ہے کہ یہ کوئی دوسرا ہی ہوگا جو بار بار پڑھی جانے والی تسبیحات جو اللہ کہتا ہے کہ يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۔ (سورۃ التغابن ۶۴۔ آیت ۱) ہر چیز تسبیح بیان کرتی ہے۔پرندے بھی، چرند بھی، پتھر ہر چیز سارے اپنے اپنے شعور کے

مطابق اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔وہ تو Repeat ہی کرتے رہتے ہیں۔کوّا کاں کاں ہی کرتا رہتا ہے۔کیا پڑھتا ہے وہ اللہ ہی جانتا ہے کہ اسے کیا سکھایا ہے۔لیکن وہ ایک ہی بات ہے جسے وہ Repeat کرتا رہتا ہے۔چڑیا اور دیگر پرندے جو ہیں ان کو اپنا اپنا باجا دے دیا گیا ہے۔وہ یہی پڑھتے رہتے ہیں۔یہاں Repetition ہے۔بار بار تسبیح ہے۔تب ہی ایک ایک جملہ دے دیا گیا ہے۔ Alphabetic ہیں تو ان کو یہ دے دیے گئے ہیں۔

انسان کو پیدا کیا تو اس کو بیان سکھایا۔اس کی Explanation وہ کرے گا۔ایک ایک لفظ اس کو سکھائے گئے ہیں۔ایک ایک حرف پہ وہ Books لکھے گا۔بولے گا۔تفاسیر پتا نہیں کتنی لکھی گئی ہیں۔جیسے جیسے انسان کی سمجھ بہتر ہوتی چلی جائے گی،یہ آگے چلتی رہیں گی۔نیا زمانہ آئے گا تو یہ انسان کہے گا کہ یہ پرانی تفسیریں صحیح نہیں کہہ رہیں۔یہ نئی تفسیر کی ضرورت ہے۔چونکہ انسان کا علم Change ہوجاتا ہے پھر وہ اسی حساب سے سوچتا ہے کہ یہ پرانی تفسیریں صحیح نہیں لکھی گئیں۔مطلب یہ کہ اس ڈاکٹر بوکائے (Dr. Maurice Bucaille) جس نے 'بائبل،قرآن اور سائنس' لکھی،اس نے عربی بھی پڑھی،سکالر بنا،اور ساری جدید وقدیم تفسیریں پڑھیں۔اس نے جب یہ سورہ علق پڑھی تو اسی علق پر ہی اڑ گیا۔ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔ عَلَقٍ میں ہمارا لکھا ہوا تھا کہیں کہ خون کی بوٹی،کہیں لوتھڑا،کہیں کچھ اور۔اس نے کہا کہ یہ سارے غلط ہیں۔چونکہ انسان کی تخلیق میں Actual practice جو ہے اس میں خون کی پھٹکی آتی ہی نہیں ہے۔اس میں یہ نہیں آتی لیکن اللہ نے جو لکھا ہے وہ ٹھیک لکھا ہے۔لفظ عَلَقٍ جو لکھا ہے وہ درست لکھا ہے لیکن مفسروں نے اس کی حقیقت کو نہیں پایا اور نہ ہی کسی نے درست لکھا ہے۔اس نے لکھا کہ عَلَق کا مطلب ہے چمٹ جانا،تعلق کسی سے قائم ہوجانا،چمٹ جانے والی چیز۔اس کو وہ کہا ہے۔ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔ عَلَق سے بنا ہوا ہے۔جیسے بھڑیں چھتا بناتی ہیں۔پہلا ایک نقطہ لگاتی ہیں بھڑیں۔وہ چمٹ جاتا ہے۔پھر اس کو Net up کر کے وہ آگے بنتی جاتی ہیں اور وہ Build up ہوتا ہے۔

Expand کرتا ہے۔انہوں نے بھی ایسا کیا۔عـلَق اس نے کہا کہ یہ قرآن کالفظ درست ہے لیکن تعبیریں ساری غلط ہیں۔ یہ علَق کالفظ ٹھیک ہےاوراس کاTranslation یہ صحیح ہے۔ یہ سٹیج اس میں آتی ہے۔

اب آگے یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ نے Balance پیدا کیا ہے۔میزان۔پرانے بزرگ کہتے تھے کہ اللہ نے ترازواتارا۔ترازونہیں۔اتفاق سے Balance کا مطلب بھی ترازوہے۔ترازوکوبھی Balance ہی کہتے ہیں۔ترازوخواہ وہ سپرنگ والی ہویا زنجیروالی،اس کوبھی Balance ہی کہتے ہیں۔وہ بزرگ کہتے ہیں کہ ترازواتاری۔اللہ نے زمین اورآسمان پیدا کیےاورBalance پیدا کیا۔اب وہ اپنی اپنی جگہ پراپنے اپنے مداروں پرچل رہے ہیں۔ چاند جوزمین کے گرد چل رہا ہے،ادھر یہ زمین کی کشش ہے یہ اس کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ دوسری طرف Centrifugal force ہوتی ہے۔جوان چیزوں کوجوزمین کے گرد گھوم رہی ہیں ،انہیں مرکز سے باہر لے جانا چاہتی ہے۔مرکزگریزقوت اس کا Translation کردیا ہے۔ باغوں والےایک سرکل میں پتھرپھینکتے ہیں کہ یہ گیاپتھر۔آپ اسے گھماتے ہیں وہ دورجانا چاہتا ہے ،جیسے چھٹتا ہےتووہ گیاپتھر۔دائرے میں آپ گولیاں گھمائیں،جونکل جائے گی وہ ایسے جائے گی باہر جوچیز چل رہی ہوتی ہےوہ مرکز سے دورجانا چاہتی ہے۔اب اس کوایک طرف مرکزگریزقوت اور دوسری طرف کشش ثقل یعنیGravity کےدرمیان میںBalance کردیا ہے۔

یہ جوبلٹ ٹرین چلتی ہےاس کا کہتے ہیں کہ اس کے پہیے پٹڑی سے اوپر رہتے ہیں، یہ پٹڑی کو Touch نہیں کرتے۔ایک بھائی نے کہا کہ وہاں Magnet لگا ہوتا ہے۔ باباجانؒ نے فرمایا: جوکچھ بھی ہو،وہ کونسا Magnet ہے جوگاڑی کواوپراُٹھاتا ہے۔ Whatever they do یہ پٹڑی سے اوپرچلتی ہے۔پٹڑی ضروری ہےمگروہ پٹڑی سے اوپرچلتی ہے۔Friction جس سے ختم ہو،وہ کرتے ہیں۔پانی کا گلاس بھرکے رکھ دیں۔ مجال ہے کہ پانی کا ایک قطرہ گرے۔اتنی Smooth وہ چلتی ہے۔ورنہ اوربھی

Instrument بنائے جو Space میں استعمال کرتے ہیں۔ اب پنکھے بھی وہ بنا دیے جن میں شافٹ جو ہے وہ درمیان میں Touch نہیں کرتی۔ اب آپ پنکھے کو گھما جائیں، کل آئیں، وہ چل رہا ہوگا۔ ہاتھ سے گھما کے جائیں، آپ آئیں گے تو وہ تب بھی چل رہا ہوگا۔ اس پنکھے کو روکنے والی صرف ہوا ہی ہے، اس کی اپنی Friction نہیں ہے۔

اللہ نے تو کہا ہے کہ بیلنس (Balance) اتارا، اس کا خیال رکھنا ہے۔ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ اس کو کمی بیشی نہیں کرنی۔ دو آیات ہیں اگلی۔ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۔ وَأَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۔ وزن کو صحیح رکھنا اور بیلنس خراب نہیں کرنا۔ یہ انسانوں کو کہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ بیلنس خراب کر سکے گا۔ اس کے ہاتھ میں بات آجائے گی۔ یہ بیلنس خراب کرے گا اور پھر گڑبڑ ہو جائے گی۔ کوئی چیز فضا میں ایسے لگی ہو۔ اس میں ذرا بھی آپ خلل ڈالیں گے تو اس کے اثرات سامنے آئیں گے۔ وہ چاند، سورج، ستارے، سیارے سب وہاں چل رہے ہیں۔ ایک میزان قائم کر دیا ہے۔ سب اپنے اپنے مداروں میں چل رہے ہیں۔ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ تم نے نظام میں گڑبڑ نہیں کرنی۔ یہ جو بیلنس ہے اسے خراب نہیں کرنا۔ وَأَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ. اب یہ خراب کر سکے گا۔

یہ جو راکٹ ہم پھینک رہے ہیں۔ یہ چاند پر چلے جاتے ہیں۔ اب اس چاند کا وزن زیادہ ہوگا تو یہ بیلنس تو خراب ہوگا۔ یہ زمین پر بھی آسکتا ہے۔ یا ادھر زمین پر وزن کم ہو گیا تو Gravitational force اسے باہر لے جا سکتی ہے۔ یہ مٹی، پتھر اکھاڑ کے جو لے آتے ہیں ایسے جو کانٹے پر لگا ہوا وزن ہو، اس میں اگر ایک کاغذ بھی رکھیں گے تو وہ بتائے گا کہ بیلنس خراب ہو گیا ہے۔ خدا نے تو کہا کہ اس کو بیلنس ہی رکھنا ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں کرنی۔ کمی بیشی کا مطلب ہے کہ نہ کوئی چیز نکالیں اور نہ ہی کوئی چیز ڈالیں۔ ٹیسٹ کے لئے جو Material بھی چاند پر بھیجا وہ اُدھر ہی رہ گیا۔ تصویریں بھیج دیں، خود اُدھر رہ گیا۔ یہ مٹی، پتھر اُکھاڑ کے یہاں لے آئے تو وزن کم ہو گیا۔ اللہ نے تو یہ کہا کہ بچ کے رہنا، اس کو چھیڑنا نہیں۔

جواس انسان نے کام نہیں کرنا، وہی کرتا ہے۔ کہا ہے کہ اس درخت کے قریب نہ جانا، جنت میں رہو گے۔ کھاؤ، پیو، موج کرو۔ اس نے اسے ہی کھانا ہے۔ اسی وقت خواہش پیدا ہوگئی کہ اس کو کیوں نہیں کھانا۔ میں تو اسی لئے کہتا ہوں کہ آدم علیہ السلام کو پیدا ہی اس لئے کیا۔ فرشتے، غلطی نہ کرنے والی مخلوق تو تھی۔ ایسی مخلوق پیدا کرنی تھی جو غلطیاں، کوتاہیاں کرے، اور معافی بھی مانگے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کے اظہار کے لئے پیدا کیا کہ جب میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو انسان کو پیدا کیا۔ خلق کو پیدا کیا اور سب سے بعد میں انسان پیدا ہوا۔ اللہ کی رحمتوں اور اس کی بخشش کا کب اظہار ہو جب کوئی گناہ کرنے والا ہو ہی نہ۔ معافی نامہ کے ساتھ۔ ایک حدیث بھی ہے جو حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے اور جس میں تھا کہ اگر سارے انسان اچھے ہو جائیں، کوئی گناہ نہ کرے، سارے نیک ہو جائیں، تو اللہ مخلوق کو مٹا دے گا، پھر نئی مخلوق پیدا کرے گا جس میں لوگ گناہ بھی کریں۔ اس حکمت کو سمجھیں کہ جو گناہ کرے اور معافیاں مانگے کہ میں بخشوں اور میں معاف کروں تو اس کو صفات کا کیسے پتا چلے گا اگر یہ نہ ہوں۔ اسی لئے ضروری تھا۔ میں کہتا ہوں کہ آدمؑ Fail نہیں ہوئے تھے۔ آدمؑ پاس ہو گئے کیونکہ ایسا بنایا تھا کہ یہ گڑبڑ کرے گا، معافی مانگے گا، تو وہی بنایا۔ وہ پاس ہو گئے کہ میں تو کروں گا۔ فیل ہو یا پاس۔ کہا کہ جاؤ زمین پر۔ زمین کے لئے بنایا تھا ناں، جب وہ غلطی کرلی تو کہا کہ پاس ہو گیا کہ جائیں اب زمین پر اتر جائیں۔ فرمایا کہ تمہارا کچھ دیر تک وہاں ٹھکانا ہے۔ میری ہدایت وہاں آتی رہے گی جو مان لیں گے، صحیح رہیں گے۔ جنت میں پھر مل جائیں گے۔ بلکہ وہ علامہ کہتے ہیں:

تیرے ہُنر میں جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس
نظر میں جنت تری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں

محنت کروں، کام کروں، جنت As reward مجھے ملے پھر ٹھیک ہے۔ وگرنہ یہ اچھا نہیں ہے۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط بنام: الطاف حسین بٹ صاحب

مورخہ: 27.04.2005

السَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ !

آپ کو سالانہ اجتماع کی کاپی بذریعہ ڈاک بھیج دی تھی، اُمید ہے وہ آپ کو مل گئی ہوگی۔ اس میں لکھی ہوئی باتیں آپ بھائیوں کو یہ شعور عطاء کریں گی کہ آپ انسان کے مرتبے کو سمجھیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ذمہ داری کو اس طرح نبھائیں کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جائے اور ہمیں دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے نوازے۔ آمین۔

ہماری کامیابی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے طریقہ پر زندگی گزارنے میں ہے جو قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہ میں سب سے پہلا کام نماز، قرآن کریم کی تلاوت و درود شریف اور کثرت ذکر ہے۔ اس لئے آپ اپنے خاص دوستوں کو جن کو اللہ اللہ کرنے کا شوق ہو، اللہ کے ذکر کا طریقہ بتایا کریں۔ اگر چند ساتھی اہل ذوق بن جائیں تو پھر مل کر ذکر کرلیا کریں۔ جو بھائی سلسلہ میں شامل ہونے کی خواہش رکھتے ہوں، انہیں چاہیے کہ مجھ سے بذریعہ خط و کتابت رابطہ رکھیں اور آپ انہیں سلسلہ کی کتابیں پڑھوا دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی اپنی ڈیوٹی جوش و خروش اور دیانتداری سے کرنی ہے۔ یہ قوم اور اسلام کی خدمت ہے اور عین جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے پیار کرنے والے اور اس کی خدمت کرنے والے بن جائیں۔ غصہ اور نفرت کو دل سے بالکل نکال دیں۔ جس دل میں یہ دو بلائیں موجود ہوں وہاں اللہ جلوہ گر نہیں ہوسکتا۔ عالمگیر محبت کو اپنالیں۔ ہر انسان کی حتی المقدور خدمت کیا کریں۔

آپ کے گھریلو جھگڑے کے بارے میں بھی مجھے اطلاعات ملی ہیں۔

بیٹا! ہماری تعلیم تو یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ صلح اور پریم کے ساتھ رہو۔ لڑائی جھگڑوں میں کیا رکھا ہے۔ انسان تھانے کچہری میں جا کر ذلیل ہی ہوتا ہے۔ بہر حال آپ کا تو اس میں

کوئی قصور نہیں ہے۔آپ کو اپنے ماں باپ کے ساتھ چلنا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کیلئے کوئی بہتری کی صورت پیدا کردے۔آمین۔

آپ کے منہ میں جو چھالے بن جاتے ہیں اس کیلئے آپ کسی ہومیو پیتھک ڈاکٹر سے ملیں۔ان کی دواء سے انشاءاللہ یہ تکلیف رفع ہو جائے گی۔

آپ کو سلسلہ توحیدیہ کے رکن ہونے کی حیثیت سے خیرات فنڈ میں باقاعدگی کے ساتھ حصہ ڈالنا چاہیے۔اس طرح اللہ کی محبت کا اظہار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ رزق میں برکت عطاء کرتا ہے۔ہمارا سارا کام بھائیوں کے تعاون سے ہی یہاں تک پہنچا ہے اور مخلوق خدا کی اصلاح و خدمت کا کام جاری ہے۔

مورخہ: 31.03.2005

السَلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه !

آپ کے جتنے دوست احباب وہاں موجود ہیں، میرا ان کو سلام کہہ دیں۔ اللہ سب کو دنیا اور آخرت میں کامیاب فرمائے۔سب کیلئے نصیحت یہی ہے کہ نمازی پکے بن جاؤ۔ قرآن مجید سمجھ کر ترجمہ کے ساتھ پڑھو۔اللہ کا ذکر زیادہ سے زیادہ کرو۔بے شک فرصت ہو تو ہر روز لاالٰہ الاّ اللہ کے ذکر کا حلقہ کرائیں اور پاس انفاس سب کو سکھائیں۔ذکر کے بعد طریقت توحیدیہ کا درس دیں، بات تو عمل سے بنتی ہے۔عمل، عمل، عمل....

والسلام

عیدالفطر ایک سچی خوشی منانے کادِن

(محمد الطاف گوہر)

عیدالفطر، یا عید، عالمِ اسلام کا ایک مذہبی تہوار ہے جو ماہ رمضان المبارک کے اختتام کی نشاندہی کرتا ہے اور ہر سال بڑی دھوم دھام سے یکم شوال کو منایا جاتا ہے جبکہ شوال اسلامی کیلنڈر کا دسواں مہینہ ہے۔عید عربی زبان کا لفظ ہے جسکے معنی :خوشی ،جشن ،فرحت اور چھل پہل کے ہیں جبکہ **فطر** کے معنی روزہ کھولنے کے ہیں ،یعنی ''روزہ ختم کرنا''۔ کیونکہ عیدالفطر کے دن روزوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے اور اس روز اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو روزہ اور عباداتِ رمضان کا ثواب عطاء فرماتے ہیں ،لہذا اس تہوار کو'' عیدالفطر ''قرار دیا گیا ہے۔

عالم اسلام ہر سال دو عیدیں مناتے ہیں ،عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ ۔عیدالفطر کا یہ تہوار جو کہ پورے ایک دن پر محیط ہے اسے ''چھوٹی عید'' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے جبکہ اس کی یہ نسبت عیدالاضحیٰ کی وجہ سے ہے کیونکہ عیدالاضحیٰ تین روز پر مشتمل ہے اور اسے ''بڑی عید'' بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق؛ ہر مسلمان پر ماہ رمضان کے تمام روزے رکھنا فرض ہیں جبکہ اسی ماہ میں قرآن کے اتارے جانے کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ لہذا اس مبارک مہینے میں قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کی جاتی ہے۔

عمومی طور پر عید کی رسموں میں مسلمانوں کا آپس میں ''**عید مبارک** '' کہنا، گرم جوشی سے ایک دوسرے سے نہ صرف ملنا بلکہ مرد حضرات کا آپس میں بغل گیر ہونا، رشتہ داروں اور دوستوں کی آو بھگت کرنا شامل ہیں۔علاوہ ازیں بڑے بوڑھے بچے اور جوان نئے کپڑے زیب تن کرتے ہیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں، ایک دوسرے کی دعوتیں کرتے ہیں، جگہ جگہ میلے ٹھیلے منعقد ہوتے ہیں، جن میں اکثر مقامی زبان اور علاقائی ثقافت کا عنصر شامل ہوتا ہے۔

نئے اور عمدہ لباس پہن کر مسلمان اجتماعی طور پر عید کی نماز ادا کرنے کیلئے مساجد، عید گاہوں اور کھلے میدانوں میں جاتے ہیں۔ نمازِ عید میں آتے جاتے ہوئے آہستہ تکبیریں کہنا اور راستہ تبدیل کرنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ عید کے روز غسل کرنا، خوشبو استعمال کرنا، اور اچھا لباس پہننا بھی سنت نبوی ﷺ ہے جبکہ عید الفطر کے روز روزہ رکھنا حرام ہے۔

عید کی نماز کا وقت سورج کے ایک نیزہ کے برابر بلند ہونے ''ضحوہ کبریٰ'' تک ہے۔ ضحوہ کبریٰ کا صبح صادق سے غروب آفتاب تک کے کل وقت کا نصف پورا ہونے پر آغاز ہوتا ہے۔ نماز کی مندرجہ ذیل باتیں بہت اہمیت کی حامل ہیں: جن کا بیان احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔

صدقۂ فطر فرض ہے۔ صدقۂ فطر نمازِ عید سے قبل ادا کرنا چاہیے ورنہ عام صدقہ شمار ہوگا۔ صدقۂ فطر ہر مسلمان مرد، عورت، آزاد، غلام، چھوٹے، بڑے سب پر فرض ہے۔ صدقہ کی مقدار ایک صاع ہے، جو پونے تین سیر یا ڈھائی کلوگرام کے برابر ہے۔ گیہوں، چاول، جَو، کھجور، منقہ یا پنیر میں سے جو چیز زیر استعمال ہو، وہی دینی چاہیے۔

صدقۂ فطر ادا کرنے کا وقت آخری روزہ افطار کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے، لیکن نماز عید سے پہلے تک ادا کیا جاسکتا ہے، جبکہ اسکی مقدار مندرجہ بالا اجناس کی نسبت سے ہے البتہ ان کے علاوہ اس کے برابر قیمت کیش کی شکل میں بھی ادا کی جاسکتی ہے، جس کا تعین مقامی طور پر کیا جاتا ہے اور زیادہ تر مساجد میں ادا کردیا جاتا ہے یا پھر مقامی ضرورت مندوں، غرباء اور مساکین میں تقسیم کردیا جاتا ہے۔

مسلمانوں میں روزہ بنیادی اقدار کا حامل ہے۔ علماء کے نزدیک بنیادی طور پر روزہ کا امتیاز یہ ہے کہ اسے انسان کی نفسی محکومی پر روحانیت کی مہر ثبت کرنا تصور کیا جاتا ہے۔ اقوام عالم میں مسلم اُمہ عید کا تہوار بڑے شاندار پر وقار انداز میں مناتے ہیں۔ ہجرت مدینہ سے پہلے یثرب کے لوگ دو عیدیں مناتے تھے، جن میں وہ لہو ولعب میں مشغول ہوتے اور بے راہ روی کے مرتکب ہوتے۔ خالص اسلامی فکر اور دینی مزاج کے مطابق اسلامی تمدن، معاشرت اور اجتماعی

زندگی کا آغاز ہجرت کے بعد مدینہ میں ہوا، چنانچہ رسول کریمﷺ کی مدنی زندگی کے ابتدائی دور میں عیدین کا مبارک سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔جس کا تذکرہ سنن ابی داؤد کی حدیث میں ملتا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مدینہ دو دن بطور تہوار منایا کرتے تھے جن میں وہ کھیل تماشے کیا کرتے تھے۔رسول کریمﷺ نے ان سے دریافت کیا فرمایا: یہ دو دن جو تم مناتے ہو، ان کی حقیقت اور حیثیت کیا ہے؟ (یعنی تہواروں کی اصلیت اور تاریخی پس منظر کیا ہے؟) انہوں نے عرض کیا کہ ہم عہد جاہلیت میں یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے۔یہ سن کر رسول مکرمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے ان دونوں تہواروں کے بدلے میں تمہارے لئے ان سے بہتر دو دن مقرر فرما دیے ہیں، یوم (عید) الاضحیٰ اور یوم (عید) الفطر۔

رسول اللہﷺ کے ارشاد کے مطابق، جب مسلمانوں کی عید یعنی عید الفطر کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر فرماتا ہے، اے میرے فرشتو! اس مزدور کی کیا جزاء ہے جو اپنا کام مکمل کر دے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اس کی جزاء یہ ہے کہ اس کو پورا اجر و ثواب عطاء کیا جائے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے فرشتو! میرے بندوں اور بندیوں نے اپنا فرض ادا کیا پھر وہ (نماز عید کی صورت میں) دُعا کیلئے پکارتے ہوئے نکل آئے ہیں، مجھے میری عزت و جلال، میرے کرم اور میرے بلند مرتبہ کی قسم! میں ان کی دُعاؤں کو ضرور قبول کرونگا۔پھر فرماتا ہے: اے میرے بندو! تم گھروں کو لوٹ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا۔نبی پاکﷺ نے فرمایا:

''پھر وہ بندے (عید کی نماز سے) اس حالت میں لوٹتے ہیں حالانکہ ان کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔'' کسی قوم کی خوشی اور مسرت کے دن کا قرآن نے عید کے عنوان سے ذکر کیا ہے اور جو دن کسی قوم کیلئے اللہ تعالیٰ کی کسی خصوصی نعمت کے نزول کا دن ہو اس دن کو اپنا یوم عید کہہ سکتی ہے۔

پوری دنیا میں مسلمان بڑی دھوم دھام سے عید الفطر کا تہوار مناتے ہیں جہاں خوشی منانے کے ساتھ ساتھ اسلامی، اخلاقی اقدار کی پاسداری بھی کی جاتی ہے۔ جب کہ اقوام عالم ،اُمت مسلمہ کے اس تہوار کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

عید کی تیاری میں نت نئے لباس و دیگر لوازمات کی شاپنگ دیکھنے کو آتی ہے جو کہ ایک زندہ قوم کی روح رواں کے طور پر سامنے آتی ہے۔ چاند رات کو تو ایک جشن کا سماں بندھ جاتا ہے، بازاروں میں تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ خصوصی عید بازاروں کا اہتمام ہوتا ہے۔ عید کے موقع پر اُمید ہے کہ سب لوگ رسمی رکھ رکھاؤ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے سے کم مرتبہ اور غریب لوگوں کو بھی گلے سے لگائیں گے کیونکہ سچی خوشی تو وہی ہے جو آپ کو ردِ عمل کے طور پر ملے، جب کسی دکھی، غریب، کمزور کو سینے سے لگایا جاتا ہے تو یقین مانیں یہ حالت آپ کی مسرتوں میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ عید کے موقع پر نفرتوں کو بھول کر نہ صرف اپنوں بلکہ غیروں کو بھی گلے سے لگالینا چاہیے اور نفرتوں پر پیار کی آبیاری کی جانی چاہیے۔ عید کا دن پھر یادگار بن سکتا ہے اگر ہم ایسے نقش چھوڑ جائیں کہ ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں بکھیر دیں۔

عید سعید کے موقع پر اپنی خوشیوں میں ان کو ضرور شامل کریں، جن کا کوئی پوچھنے والا نہیں، کیونکہ اسلامی معاشرہ مساوات اور رواداری کا درس دیتا ہے جبکہ سب ارکان اپنی جداگانہ اہمیت رکھتے ہیں، کسی کو اس خوشی کے موقع پر کسی کمی کا احساس نہ رہے۔ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے دوسروں کو اس میں شامل کریں۔ خوشیاں بانٹنے سے بڑھتی ہیں اور یہی چھوٹی چھوٹی خوشیاں ہی تو زندگی کی راہوں میں تازگی اور مسرتوں کے چراغ ہیں۔ والدین کو خصوصی وقت دینا چاہیے۔ ہم بزرگوں کو دینے کیلئے ہر چیز خرید کر تو دے دیتے ہیں اور اشیاء کا انبار لگا دیتے ہیں مگر ایک چیز جس کی شدید کمی ہے اور وہ وقت ہے جو ہم اپنے والدین اور بزرگوں کو نہیں دے پاتے کبھی ان کی آنکھوں میں چھپی ہوئی یاسیت اور تکان کو پڑھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

اپنے اقرباء اور احباب کی کھوئی ہوئی مسکان ان کو لوٹا دیں جو کبھی رشتوں کی کڑواہٹ کی بھینٹ چڑھ چکی ہے، نہ معلوم اگلی عید کے موقع پر اس کے چکانے کا موقع ملے نہ ملے۔

شب قدر

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی خصوصیت ''لیلۃ القدر'' ہے۔جس کو قرآن کریم میں ہزار مہینوں سے بہتر فرمایا گیا ہے۔مومن رمضان مبارک کی پہلی رات ہی سے شب قدر کی تلاش کا مشتاق ہو جاتا ہے اور ہر رات کی محنت و عبادت اسے شب قدر کی برکات کے حصول کیلئے مستعد بناتی ہے۔سورج غروب ہونے سے لیکر صبح صادق تک لیلۃ القدر رہتی ہے۔ لیلۃ القدر میں آسمان سے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور جو مؤمن اس رات ذکر و عبادت الٰہی میں مشغول ہو،فرشتے اس کو سلام کہتے ہیں اور دُعائیں کرتے ہیں۔جو مومن دُعا میں مشغول ہو فرشتے اس کی دُعا پر آمین کہتے ہیں،یہ رات خصوصیت کے ساتھ قبولیت دُعا کی رات ہے۔

شب قدر میں رات بھر عبادت کرنا اور ایک لمحہ کیلئے بھی غافل نہ ہونا بڑی بلند ہمتی کی بات ہے۔آنحضرت ﷺ کو لیلۃ القدر معین طور بتائی گئی تھی،مگر حکمت خداوندی کے تحت وہ بھلا دی گئی۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''شاید یہی تمہارے حق میں بہتر ہو۔'' کیونکہ اگر وہ معین طور پر بتادی جاتی تو بہت ممکن تھا کہ کچھ لوگ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جاتے بگر حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ یہ اُمت خیر و سعادت کی تلاش میں لگی رہے اور یوں اس کیلئے ہر شب،شب قدر بن جائے۔ ایک حکمت اس میں یہ تھی کہ اگر شب قدر معین کر دی جاتی اور خدانخواستہ کوئی شخص اس رات میں گناہ اور معصیت کی گندگی میں ملوث ہوتا تو یہ رات اس کی شقاوت و بدبختی کی دلیل بن جاتی، جیسے کوئی شخص نعوذ باللہ بیت اللہ شریف میں بدکاری کا ارتکاب کرے تو اس کے محروم و بدقسمت ہونے پر مہر لگ جاتی ہے۔

دعوت اِلی اللّٰہ

(مولانا وحیدالدین خان)

دعوت وتبلیغ کوقرآن میں دعوت الی اللہ کہا گیا ہے۔یعنی اللہ کی طرف بلانا۔انسان کو اس کے خالق و مالک کے ساتھ جوڑنا۔اللہ کی طرف بلانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو یہ بتایا جائے کہ اللہ کی زمین پرتمہارے لئے زندگی کا صحیح طریقہ صرف یہ ہے کہ تم اللہ کے بندے بن کر رہو۔

انسان کیلئے دنیا کی زندگی میں صرف دو رۡویے ممکن ہیں۔ایک خودرُخی اور دوسرا خدا رُخی۔خودرخی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی خود اپنی ذات کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنائے۔وہ اپنی سوچ کے مطابق چلے۔وہ اپنی خواہشوں کی پیروی کرے،وہ اپنے ذاتی تقاضوں کی تکمیل کو زندگی کی کامیابی قرار دے۔اس کے مقابلے میں خدا رُخی،طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو خدا کا ماتحت سمجھے،وہ اپنے جذبات کو خدا کے تابع بنائے۔اس کے نزدیک زندگی کی کامیابی یہ ہو کہ وہ خدا کی پسند کے مطابق زندگی گزارے اور خدا کی پسند ہی پر اس کا خاتمہ ہو جائے۔

خودرُخی زندگی میں گھمنڈ،حسد،انانیت جیسے جذبات جاگتے ہیں۔انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ حق وہ ہے،جس کو وہ حق سمجھے اور باطل وہ ہے،جس کو وہ باطل قرار دے۔

خدا رُخی زندگی کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔خدا رُخی زندگی آدمی کے اندر عبدیت،تواضع،اعتراف،خوداحتسابی جیسے جذبات اُبھارتی ہے۔پہلی صورت میں انسان خود پرست بن جاتا ہے تو دوسری صورت میں خدا پرست۔

دعوت الی اللہ یہ ہے کہ آدمی کو خودرُخی زندگی کے بُرے انجام سے آگاہ کیا جائے اور اس کو خدا رخی زندگی اختیار کرنے کی دعوت دی جائے۔ان دونوں قسم کی زندگیوں کو جاننے کا

معتبر اور مستند ماخذ خدائی تعلیمات ہیں جو قرآن کی صورت میں محفوظ طور پر ہمارے پاس موجود ہیں۔ دعوت الی اللہ کا کام ایک خالص اُخروی نوعیت کا کام ہے۔ یہ انسان کو خدا اور آخرت کی طرف بلانے کی ایک مہم ہے۔ اسی دینی اور روحانی اسلوب سے شروع ہوتی ہے اور اپنے اسی اسلوب میں وہ آخر وقت تک جاری رہتی ہے۔

دعوت الی اللہ کا کام اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایک خدائی کام ہے، جس کو بندوں کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے۔ضروری ہے کہ اس کو اسی اسپرٹ کے ساتھ انجام دیا جائے۔

خدا کی طرف بلانے کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو خدا کے تخلیقی منصوبہ سے آگاہ کیا جائے کہ اس کا اللہ سے کیا تعلق ہے اور اللہ تعالیٰ آئندہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہے یہ گویا انسان کو خدا سے متعارف کرنے کا ایک کام ہے۔ اس کا نشانہ یہ ہے کہ خدا کے بارے میں انسان کی غفلت ٹوٹے اور وہ اپنی بندگی کا ادراک کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ دعوت کا مقصد انسان کے اندر سوئی ہوئی روح کو جگانا ہے۔ یہ بھٹکے ہوئے انسان کو خدا کی طرف جانے والے سیدھے راستے پر کھڑا کرنا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے اندر اس بصیرت کو جگایا جائے جو کائنات کی نشانیوں میں خدا کے جلووں کو دیکھنے لگے۔ جو مخلوقات کے آئینہ میں اس کے خالق کو بلا حجاب پالے۔

دعوت ایک انسان کو اس قابل بنانے کا نام ہے کہ وہ براہِ راست اپنے ربّ سے مربوط ہو جائے۔ اس کو روحانی سطح پر خدا کا فیضان پہنچنے لگے۔ اس کے دِل و دماغ اللہ کے نور سے منور ہو جائیں۔ اس کا پورا وجود اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارشوں میں نہا اُٹھے۔

قرآن میں بتایا گیا ہے کہ اللہ نے انسان کو احسنِ تقویم کی صورت میں پیدا کیا۔ پھر اس کو گرا کر اسفل سافلین میں ڈال دیا۔ (التین) دعوتی عمل کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو دوبارہ اس کی اصل ابتدائی حالت کی طرف لوٹائے۔ جنت سے نکالے جانے کے بعد اس کو دوبارہ جنت میں داخل کرے۔ اللہ کی رحمت سے دور ہونے والوں کو دوبارہ اللہ کی رحمت کے سایہ میں پہنچا دے۔

داعی کو ہر فرد تک پہنچنا ہے۔اسے ہر آنکھ پر پڑے ہوئے پردہ کو ہٹانا ہے۔گویا دنیا میں اگر چھ بلین انسان ہیں تو داعی کو چھ بلین کام کرنا ہے۔اسے چھ بلین روحوں کو ان کے ربّ سے ملانا ہے۔اسے چھ بلین انسانوں کو ان کی جنتی قیام گاہ تک پہنچانے کی کوشش کرنا ہے۔

داعی وہ ہے جو زندگی کے راستوں پر روشنی کا مینار بن کر کھڑا ہو جائے۔جو انسانیت کے بھٹکے ہوئے قافلوں کے لئے خدائی رہنما بن جائے۔

اس دنیا میں انسان دو پکاروں کے درمیان ہے۔ایک خدا کی پکار،اور دوسرے شیطان (طاغوت) کی پکار۔خدا خیر کا سر چشمہ ہے اور وہ لوگوں کو خیر کی طرف بلا رہا ہے۔ اس کے برعکس شیطان شر کا سر چشمہ ہے۔وہ لوگوں کو شر کے راستوں کی طرف بلاتا ہے۔آدمی کا امتحان یہ ہے کہ وہ شیطان کے فریب میں نہ آئے اور اس کو چھوڑ کر اللہ کی طرف دوڑ پڑے۔

خدا تمام صفات کمال کا جامع ہے۔وہ عدل، رحمت، سچائی، دیانتداری، اور اخلاص کو پسند کرتا ہے۔خدا چاہتا ہے کہ انسان ان اعلیٰ اوصاف کو اپنائے۔وہ اپنے آپ کو خدائی اخلاقیات میں ڈھال لے۔

اس کے برعکس شیطان برائیوں کا مجموعہ ہے۔وہ انسانوں کو بھی برائیوں کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔شیطان آدمی کے اندر چھپے ہوئے بدی کے جذبات کو بھڑکاتا ہے۔وہ آدمی کے اندر حسد، اَنانیت، غصہ، انتقام، تکبر، خودغرضی کے جذبات کو جگا کر انسان کی انسانیت کو دباتا ہے اور اس کی حیوانیت کو جگا کر اس کو اپنے جیسا بنا دینا چاہتا ہے۔

موجودہ دنیا میں ہر آدمی اسی دوطرفہ تقاضے کے درمیان ہے۔ ہر آدمی ایک داخلی جنگ کے محاذ پر کھڑا ہوا ہے۔ایک طرف اس کا ضمیر ہے جو اس کو اللہ کی طرف کھینچتا ہے۔دوسری طرف اس کی انانیت ہے جو اس کو دھکیل کر شیطان کی طرف لے جانا چاہتی ہے۔ضمیر خدا کا نمائندہ ہے اور اَنانیت شیطان کا نمائندہ۔

داعی کا کام یہ ہے کہ وہ انسان کو اس حقیقت سے آگاہ کرے۔وہ انسان کے اندر ذہنی

بیداری لاکر اس کو اس قابل بنائے کہ وہ ضمیر کی آواز کو تقویت دے۔وہ شیطان کی ترغیبات سے بچ کر اللہ کے اس راستہ کا مسافر بن جائے جو اس کو جنت کی طرف لے جانے والا ہے۔ یہ دعوتی کام زمین پر ہونے والے تمام کاموں میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ یہ پیغمبروں والا کام ہے۔ جو لوگ اس کام کیلئے اُٹھیں انہیں نہایت خصوصی انعامات سے نوازا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد ایک بندے سے عملی طور جو کچھ مطلوب ہے، اس کو قرآن میں دو قسم کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔...... اطاعتِ خدا اور نصرتِ خدا۔ اطاعتِ خداوندی سے مراد یہ ہے کہ بندہ ان تمام اوامر و نواہی پر عمل کرے، جو اللہ کی طرف سے رسول کے ذریعہ بتائے گئے ہیں۔وہ ان تمام حکموں کو اپنی زندگی میں اختیار کرے جن کو اختیار کرنے کی اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے اور ان تمام چیزوں سے بچے جن سے بچنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے یا اپنے رسول کے ذریعہ جن کا اعلان فرمایا ہے۔

نصرتِ خدا کا مطلب ہے اللہ کی مدد کرنا۔ یہ ایک انوکھا شرف ہے جو کسی صاحبِ ایمان آدمی کو ملتا ہے۔اس سے مراد وہی چیز ہے جس کو قرآن میں دعوت الی اللہ کہا گیا ہے۔ یہ چونکہ خود خدا کا ایک مطلوب عمل ہے جو بندہ کے ذریعے ادا کرایا جاتا ہے، اسی لئے اس کو نصرتِ خدا (خدا کی مدد) سے تعبیر کیا گیا۔

عبادت، اخلاق، معاملات میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل بندہ کی اپنی ضرورت ہے۔ اس کے ذریعہ بندہ اپنی بندگی کو ثابت کر کے اللہ کے انعام کا مستحق بنتا ہے۔مگر دعوت الی اللہ کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔قرآن کے مطابق یہ اللہ کے اوپر حجت کو اُٹھانا ہے۔ امتحان کی مصلحت کی بناء پر یہ کام انسانوں کے ذریعہ ادا کرایا جاتا ہے۔ یہ ایک خدائی عمل ہے جس کو کچھ انسان گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انجام دیتے ہیں اور پھر خدا کے یہاں سے اس کی مزدوری پاتے ہیں۔اس معاملہ کو سمجھنے کیلئے قرآن کی اس آیت کا مطالعہ کیجئے:

''اے ایمان والو! تم اللہ کے مددگار بنو، جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا:

کون اللہ کے واسطے میرا مددگار ہوتا ہے۔ حواریوں نے کہا ہم ہیں، اللہ کے مددگار، پس بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ لوگوں نے انکار کیا۔ پھر ہم نے ایمان لانے والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی، پس وہ غالب ہو گئے''۔(سورۂ الصف: ۱۴)

اس آیت میں اللہ کی نصرت کرنے یا اللہ کا انصار بننے سے مراد یہ ہے کہ خدا کے دعوتی منصوبہ میں اپنے آپ کو قول و عمل سے شریک کرنا، اقامت دین اور اقامت حجت کے خدائی کام کو اپنا کام بنا کر اس کیلئے محنت کرنا۔

رسول اللہ ﷺ بلاشبہ ساری دنیا کیلئے اللہ کے پیغمبر ہیں مگر آپ ایک محدود مدت تک دنیا میں رہے اور اس کے بعد آپ ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد اس کی ذمہ داری حضور ﷺ کی اُمت کے کاندھوں پر ہے۔ اپنی زندگی میں آپ نے براہِ راست طور اس کام کو سرانجام دیا۔ آپ ﷺ کے بعد یہ کام بالواسطہ طور پر آپ ﷺ کی اُمت کے ذریعہ انجام پائے گا۔ آپ ﷺ کی اُمت کی لازمی ذمہ داری ہے کہ وہ نسل در نسل ہر زمانہ کے لوگوں کے سامنے اس دین کا پیغام پہنچاتی رہے جو آپ ﷺ اللہ تعالی کی طرف سے لائے اور جو قیامت تک اسی حال میں محفوظ رہے گا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے اصحاب کے سامنے آئے اور اس دعوتی کام کی طرف انہیں توجہ دلائی تو ان سے کہا کہ اللہ تعالی نے مجھے سارے عالم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، پس تم میری طرف سے اس ذمہ داری کو ادا کرو، اللہ تمہارے اوپر رحم فرمائے۔(سیرت ابن ہشام)

زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے کسی انسان کیلئے اس سے بڑا کوئی اعزاز نہیں کہ وہ ایک ایسے کام کیلئے سرگرم ہو جو براہِ راست طور پر خود اللہ کریم کا کام ہو جو گویا خداوند ذوالجلال کی نیابت ہے۔ یہ بلاشبہ ایک ایسا اعزاز ہے جس سے بڑا کوئی اعزاز ممکن ہی نہیں۔ خدا قادر مطلق ہے، وہ ہر معلوم اور نامعلوم کام انجام دینے کی مکمل قدرت رکھتا ہے۔ وہ چاہے تو اپنے پیغام کی پیغام رسانی کیلئے پتھروں کو گویا کر دے، وہ درخت کی ہر پتی کو زبان بنا دے جس سے وہ خدا کے

پیغامات کا اعلان کرنے لگیں۔ مگر یہ اللہ کا طریقہ نہیں۔ اللہ کریم یہ چاہتا ہے کہ انسانوں کے درمیان اس کے پیغام کی پیغام رسانی خود انسان ہی انجام دے تا کہ التباس کا پردہ باقی رہے، تا کہ امتحان کی مصلحت مجروح نہ ہونے پائے۔

دعوت جس کو قرآن میں انذار و تبشیر کہا گیا ہے۔ وہ براہِ راست اللہ کا کام ہے۔ یہ اس لئے ہے تا کہ حجت خدا پر نہ رہے بلکہ وہ انسانوں کی طرف منتقل ہو جائے۔ مگر امتحان کی مصلحت کا تقاضہ ہے کہ یہ کام کسی معجزاتی اسلوب میں انجام نہ پائے بلکہ انسانوں میں سے کسی انسان سے انجام دے۔ یہی وجہ ہے، جس کی بناء پر اس خدائی کام کو انسانوں کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے۔

اس صورت حال نے انسان کے عظیم ترین عمل کا دروازہ کھول دیا ہے۔ جو لوگ دعوت کے اس خدائی عمل کیلئے اُٹھیں ان کو دنیا کی زندگی میں نہایت خصوصی مدد حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں ان کو اعلیٰ ترین اعزازات سے نوازا جائے گا۔

ایک بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ کے آگے اپنے عجز کا اقرار کر رہا ہے۔ اس کے مقابلہ میں جب وہ دعوت الی اللہ کا کام کرتا ہے تو اس کا احساس یہ ہوتا ہے کہ وہ خود خدا کا ایک کام انجام دے رہا ہے۔ کسی بندے کیلئے بلاشبہ اس سے زیادہ لذیذ کوئی تجربہ نہیں کہ وہ محسوس کرے کہ میں اپنے ربّ کے کام میں مصروف ہوں، میں اپنے ربّ کے ایک منصوبہ کی تکمیل کر رہا ہوں۔

مسلم کردار کی اخلاقی قوت

(نعیم احمد صدیقی)

کوئی دعوت بھی اگر صرف لفظی دعوت ہو، اور اس کے ساتھ اخلاقی زور موجود نہ ہو تو وہ کیسی ہی زریں کیوں نہ ہو۔ اور تھوڑی دیر کے لیے دلوں پر کتنا ہی سحر کیوں نہ طاری کر لے، آخر کار دھوئیں کے مرغولوں کی طرح فضا میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ تاریخ پر الفاظ سے کبھی کوئی اثر نہیں ڈالا جا سکتا۔ اور اکیلی زبان کبھی انقلاب نہیں اٹھا سکتی۔ الفاظ جبھی موثر ہوتے ہیں جب کہ عمل کے لغت کے رو سے ان کے کچھ معنی ہوں۔ زبان کا جادو صابن کے خوشنما جھاگ اور رنگین بلبلے پیدا کر سکتا ہے، مگر یہ بلبلے کسی ایک ذرہ خاک کو بھی اس کی جگہ سے ہلا نہیں سکتے اور ساتھ کے ساتھ مٹتے چلے جاتے ہیں۔ دلیل جب کردار کے بغیر آئے، اپیل جب اخلاص سے خالی ہو، اور تنقید جب اخلاقی لحاظ سے کھوکھلی ہو تو انسانیت اس سے متاثر نہیں ہوا کرتی۔ کردار کی اخلاقی طاقت ہی کسی دعوت میں اثر بھرتی ہے۔ عمل کی شہادت کے بغیر زبان کی شہادت بیکار ہوتی ہے۔

اسلامی تحریک کی دعوت نری منطقی دعوت نہ تھی اور وہ اکیڈمک طرز کی نظریاتی بحثیں لے کے نہیں آئی تھی۔۔۔۔وہ سراسر ایک پیغام عمل تھی اور ایک تحریک اقدام! وہ ایک خاص طرز کا انسان بنانے آئی تھی۔ اور وہ انسان اس نے اول روز سے بنانا شروع کر دیا۔ اس انسان کا طرز فکر، اس کے اخلاق و اوصاف اور اس کا من موہنا کردار تھا، جو اس کے دلائل کو حقیقی وزن، اس کی اپیلوں کو تچی جاذبیت اور اس کی تنقیدوں کو گہرا اثر دینے والا تھا۔ تحریک اسلامی کا نیا انسان خود ایک محکم دلیل تھا۔ خود سب سے بڑھ کر موثر اپیل تھا اور اس کا سارا کا سارا وجود پرانے نظام، حیوانی ساخت کے انسان، فاسد جاہلی ماحول، جامد سماج اور اس کی نا اہل قیادت پر ایک بھرپور تنقید تھا۔ اس کا کوئی توڑ نہ تھا، وہ اس کے مقابلے میں بالکل بے بس تھی۔ وہ نیا انسان کہ جس کا انتہائی معیاری نمونہ سرور عالم ﷺ کی ذات میں دنیا کے سامنے تھا اور جس کے بے شمار پیکر اپنی

اپنی سیرتوں کے چراغ اس قمرا منیرا کی شعاعوں سے روشن کررہے تھے۔وہ ایک ایسی قطعی اور ٹھوس حقیقت تھا کہ اس سے آنکھیں بند کرنا بھی اس کی نورانیت پر ایک شہادت تھا۔اس کا انکار کرنے ،اسے ٹھکرانے اور اس سے ٹکرانے والے بھی اپنے رویے سے اس کی عظمت کا اعلان کر رہے تھے۔مکہ میں اس انسان نے اپنی انفرادیت کی شان دکھائی تھی اور مدینہ میں آکر اس نے اپنی اجتماعیت کا جادو دکھایا۔

تحریک اسلامی اور محمدﷺ نے اس نئے انسان کی تعمیر کے اصل کام سے کبھی غفلت نہیں برتی۔دوسروں کی اصلاح کرنے کے جذبے میں اسے کبھی فراموش نہیں کیا۔اور دوسروں پر تنقید کرنے میں گم ہوکر اس کی کمزوریوں پر گرفت کرنے اور اس کی اصلاح کرنے میں کبھی تساہل سے کام نہیں لیا۔وہاں دوسروں کی اصلاح سے مقدم اپنی اصلاح تھی۔دوسروں پر تنقید کرنے سے زیادہ اہم اپنے اوپر تنقید کرنا تھا۔باہر تبدیلی رونما کرنے سے پہلے اپنے اندر مطلوبہ تغیرات لانا ضروری تھا۔

ایک ایسے معاشرے کے درمیان جس کی نگاہوں میں کمانے اور کھانے پینے سے زیادہ اونچا کوئی مقصد نہ تھا، جس کی ہر مجلس ایک میکدہ اور ایک قمار خانہ اور رقص گاہ تھی۔ جہاں شجاعت کا استعمال دنگے فساد، قتل انتقام در انتقام اور لوٹ مار کے علاوہ کچھ نہ تھا۔اور جہاں تمدن ایک ایسے جنگل میں بدل گیا تھا جس کے کچھاروں میں انسانی درندے دھاڑتے رہتے تھے۔اور شریف اور مسکین لوگ ان کے لیے سستے شکار بنے ہوئے تھے۔وہاں جناب محمدﷺ جب انسانیت کے ایک صالح قافلے کو جلو میں لیے ہوئے نمودار ہوئے تو اس کا وجود اول روز سے ماحول میں انتہائی نمایاں تھا۔لوگ انسانیت کے اس نئے نمونے کو اچنبھے سے دیکھتے اور اسے ہر پہلو سے مختلف اور ممتاز پاتے۔پھر اس کی پوری نشوونما ان کی آنکھوں کے سامنے ہوئی اور اس کی تعلیم وتربیت کا سارا کام از اول تا آخر عوام الناس نے خوب اچھی طرح دیکھا۔

خواص اور عوام ہر صبح اور ہر شام دیکھتے تھے کہ کلمہ اسلام یکے بعد دیگرے اچھے اچھے افراد

کو کھینچتا چلا جاتا ہے یکا یک دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر لوگ اٹھتے ہیں اور اپنے آپ کو اس انقلابی تحریک کے سپرد کر دیتے ہیں۔ وہی جو پہلے محمد ﷺ کے خلاف دانتوں اور ناخنوں تک کا زور صرف کر کے لڑ رہے ہوتے ہیں، اچانک وہی سر افگندہ ہو جاتے ہیں، جیسے کسی نے ان پر جادو کر دیا ہو۔ پھر جو کوئی بھی کلمہ حق قبول کرتا ہے آناً فاناً اس کے ذہن و کردار میں خوشگوار تبدیلیاں آنے لگتی ہیں۔ اس کی دوستیاں اور دشمنیاں بدل جاتی ہیں۔ اس کی عادات اور اس کے ذوق میں انقلاب آ جاتا ہے۔ اس کے مشاغل نیا رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ اس کی پہلی دلچسپیاں ختم ہو جاتی ہیں اور نئی دلچسپیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ معاً انتہائی فعال اور سرگرم شخصیت سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ اس میں ایک نئی طاقت ابھر آتی ہے۔ اس کی سوئی ہوئی صلاحیتیں جاگ اٹھتی ہیں۔ اس کے ضمیر کا چراغ پوری لو دینے لگتا ہے۔ اس کا احساس انگڑائی لینے لگتا ہے۔ اس کے تخیل کو نئے بال و پر مل جاتے ہیں۔

اس کے سینے میں حسن خلق کی کلیاں ایک ایک کر کے چٹکنے لگتی ہیں اور ان کی نکہت فضا میں پھیلتی ہے۔ جو شخص کافر سے مسلم بنتا ہے، اس کے اندر سے گویا بالکل ایک دوسرا آدمی نمودار ہو جاتا۔ وہ خود بھی محسوس کرتا ہے کہ میں اپنے ماحول سے کچھ مختلف اور بالکل نئی چیز ہوں اور ماحول بھی دیکھتا ہے کہ وہ اب ویسا نہیں رہا، جیسا پہلے ہوا کرتا تھا۔ قاتل آتے اور انسانی جان کے محافظ بن جاتے، چور آتے اور امین بن جاتے۔ زانی آتے اور عفت و حیا کے پیکر بن جاتے۔ ڈاکو آتے اور صلح و آشتی کے معلم بن جاتے۔ کج خلق آتے اور حلیم اور متواضع بن جاتے۔ سود خور آتے اور انفاق کرنے والے بن جاتے۔ کند ذہن آتے اور ان کے اندر سے اعلیٰ قابلیتوں کے سوتے ابل پڑتے، ادنیٰ سماجی مرتبوں سے اٹھتے اور شرف کی بلندیوں کو چھو لیتے جیسے یہ کسی اور ہی دنیا کی مخلوق بن گئے ہوں۔ جیسے یہ مٹی کے پتلے نہ ہوں، بلکہ کسی دوسرے جوہر سے انہوں نے وجود پایا ہو۔

یہ خدا کے پرستار، رسول ﷺ کے دیوانے، شمع صداقت کے پروانے، نیکی کے نقیب، بھلائی کے داعی، بدی کے دشمن، ظلم کے مخالف۔ یہ رکوع و سجدہ میں قرار پانے والے،

یہ قرآن پڑھتے ہوئے گریہ بے تاب میں کھو جانے والے، یہ دنوں کو مقصد کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والے اور راتوں کو اللہ سے لو لگانے والے، مسکینوں کو کھانا کھلانے والے، مسافروں کی خبر گیری کرنے والے، یتیموں اور بیواؤں کے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھنے والے، لہو لعب سے بے تعلق تعیشات سے مجتنب، فضول بحثوں سے کنارہ کش، سنجیدگی اور وقار کے پیکر، شائستگی و سلیقہ کے مجسمے اور یہ محفل ہستی میں اجنبی بن جانے والے لوگ، یہ اپنی ہی بستیوں میں رہ کر غریب الوطن، آخر کیسے ممکن تھا کہ سارے عرب کی نگاہیں ان پر مرتکز نہ ہو جاتیں۔

یہ علمبرداران اسلام! جو بغیر کسی لوث کے ایک مشن کی خدمت میں ہمہ تن محو تھے۔ کسی معاوضے کے بغیر تحریک کے ہمہ وقتی کارکن تھے۔ اور دنیا کی بھلائی کے لیے اپنے مفاد کو بالکل بالائے طاق ڈالے ہوئے تھے۔ یہ اپنے مقدس نصب العین کے لیے دماغوں کی کاوشیں، جسموں کی طاقتیں، جیبوں کے مال اور وقت آنے پر اپنی اور اپنے بچوں کی جانیں تک صرف کرنے والے لوگ تھے۔ نہ ان کو معاش کی فکر تھی۔ نہ تن بدن کا ہوش تھا۔ نہ راتوں کی نیند کا خیال، نہ بیوی بچوں میں مگن رہنے کی مہلت، نہ کھیل تماشوں سے دل بہلانے کی فرصت، بلکہ ان کا پیشہ تھا تو وہی، مشغلہ تھا تو وہی، تفریح تھی تو وہی اور ذریعہ آرام و سکون تھا تو وہی کہ سچائی کا بول بالا ہو۔ انہوں نے ہنستے مسکراتے مخالفوں کی گالیاں سنیں۔ بہادرانہ شان سے جبر کے وار سہے۔ خوشی خوشی فاقے کاٹے، روحانی مسرت کے ساتھ وطن چھوڑے۔ صبر کے موقع پر انتہا درجہ کا صبر دکھایا اور مقابلہ کرنے کا وقت آیا تو مضبوط ہاتھوں سے مقابلہ کیا۔ احد احد کہتے تپتی ریت پر لیٹ گئے۔ وجد آفرین شعر پڑھتے پڑھتے سولیوں پر لٹک گئے۔ گھائل ہو کر گرے تو مائل پرواز روح جھوم کر پکار اٹھی "رب کعبہ کی قسم میں تو مراد پا گیا"۔ یہ کردار ہو اور پھر بھی دنیا سرنگوں نہ ہو جائے۔

اس مسلم کردار نے ہر موقع پر ایسی مثالیں قائم کیں کہ زندگی کی پیشانی ان کے نور سے یوم آخر تک جگمگاتی رہے گی۔ اس کردار کے مربی نے مقتل سے روانہ ہوتے ہوئے اپنے قاتلوں کی امانتوں کی واپسی کا اہتمام کیا۔ اس کردار نے زنا کا جرم سرزد ہو جانے پر بطور خود پیش ہو کر اقرار جرم کیا

اور اسلامی عدالت سے باسرار انتہائی سنگین سزائے موت اپنے لیے قبول کی، تا کہ وہ خدا کے حضور ،پاک ہو کر پیش ہو سکے۔ اس کردار کو قبول اسلام کے چند ہی منٹ بعد جب ایک پیکر حسن نے دعوت عیش دی تو اس نے یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ اب میں خدا اور رسول ﷺ کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ ایک جنگی سفر میں قبیلہ ازد سے فوج کا گزر ہوا تو ایک مسلمان سپاہی نے ضرورتاً وہاں سے ایک لوٹا لے لیا۔ لیکن یہ اس مسلم کردار کی شان تھی کہ بازپرس کی اور فوراً لوٹا واپس کر دیا۔ ایسی صد ہا مثالیں، نت نئی مثالیں جس انسانی ماحول میں نمودار ہوتی ہوں گی، اس پر تو ہر روز زلزلہ طاری ہوتا ہوگا۔

کیا دنیا ان کا ایثار دیکھ دیکھ کر مبہوت نہ ہوتی ہوگی کہ انصار نے اپنے گھر اور مال و منال آدھوں آدھ بانٹ کر مہاجرین کے سامنے رکھ دئے؟ کیا عوام کے دل اس مساوات کا سماں دیکھ کر کھنچتے نہ ہوں گے کہ ادنیٰ ترین غلام خاندانی ہستیوں کے ساتھ اور غریب طبقوں کے افراد اہل ثروت کے ساتھ اور گھروں سے اجڑ کر آنے والے لوگ مدینہ کے مقامی باشندوں کے ساتھ صف واحد میں کھڑے ہیں۔ ہر ایک کو اہمیت حاصل ہے۔ ہر ایک کی عزت ہوتی ہے۔ ہر ایک کی رائے وزن رکھتی ہے۔ اور ہر ایک کو ذمہ داریاں اٹھانے اور جوہر دکھانے کا موقع ملتا ہے۔ یہ ایک برادری ہے جس کے سارے افراد اچھے حالات میں بھی شریک رہتے ہیں اور تکلیف اور مصیبت میں بھی حصہ دار بنتے ہیں۔ ان کے غم مشترک، ان کی مسرتیں مشترک! ان کا سوچنا مشترک اور ان کے اقدام مشترک، بھوک کا دور ہے تو اس میں سب سے بڑا حصہ دار سوسائٹی کا قائد ہے اور خوشحالی کا دور آتا ہے تو اس میں سب سے کم حصہ وہ اپنے لیے لیتا ہے۔ جاہلی تصورات کے مطابق اونچے اور نیچے خاندانوں کے درمیان شادی بیاہ کے تعلقات لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتے ہوں گے رسوم و رواج کی بوجھل بیڑیاں کاٹ کر سادہ معاشرت کا جو نہج نکالا گیا تھا، اس کی طرف طبائع از خود کھنچتی ہوں گی۔ کتنی محبت بھری زندگی تھی۔ کتنی ہلکی پھلکی، کتنی پرامن اور کتنی اطمینان بخش، صحیح معنوں میں ''حیات طیبہ''! (ماخوذ از ''محسن انسانیت'')

تیسرا موسم

(جاوید چوہدری)

میں پچاس سال کا ہو گیا ہوں ،میرے خاندان نے مجھے مبارک دی، میں ان کی خوشی میں خوش ہو گیا ۔لیکن جب یہ لوگ چلے گئے تو میں پچاس سال کا حساب جوڑنے بیٹھ گیا، میں نے زندگی کہاں سے شروع کی ، میں زندگی کی دوڑ میں کہاں کہاں گیا اور میں کیا کیا کرتا رہا ؟ اللہ تعالٰی نے کس طرح نازک اوقات میں میرا ہاتھ پکڑا میں غلط راہ پر مڑا، اللہ تعالٰی نے کس طرح اس غلط کو صحیح میں بدل دیا، میں کب اور کہاں چند انچ کے فاصلے سے تباہی سے بچا، میں نے کس طرح مذاق ہی مذاق میں آدھی دنیا دیکھ لی اور اللہ کی ذات نے مجھے کس طرح گناہ، جرم اور غلطیوں سے بچائے رکھا، میں سوچتا رہا اور آنسو پونچھتا رہا، میں نے حساب کتاب کے آخر میں فیصلہ کیا، میری زندگی کا تیسرا موسم شروع ہو چکا ہے ۔میں اب اگر آگے کا سفر آسان بنانا چاہتا ہوں تو پھر مجھے اپنی زندگی کو تیسرے موسم کے مطابق ڈھالنا ہو گا ۔لیکن یہ تیسرا موسم ہے کیا؟ اللہ تعالٰی نے زمین کو چار موسموں سے نواز رکھا ہے، بہار، گرمی، خزاں اور سردی، ہم اگر انسان کی زندگی کی بھی چار حصوں میں تقسیم کر لیں تو اس کا پہلا حصہ بہار ہو گا، یہ اس حصے میں پرورش پاتا ہے اس کی جڑیں، تنے شاخیں، پتے اور پھول نکلتے ہیں، یہ مہکتا ہے، یہ لہکتا ہے اور یہ پھل پھول دیتا ہے ،انسان کی زندگی کا دوسرا حصہ گرم ہوتا ہے، چیلنج کا دور ہوتا ہے، یہ وسائل جمع کرتا ہے، یہ اپنے جیسے نئے پودے پیدا کرتا ہے، ان کی حفاظت کرتا ہے اور یہ خود کو لکڑ ہاروں ،سنڈیوں بیماریوں اور قدرتی آفتوں سے بچاتا ہے، زندگی کا تیسرا موسم خزاں ہوتا ہے، تیسرے موسم میں درخت کی طرح انسان کے پھول، پتے اور چھال الگ ہو جاتے ہیں ۔یہ بیمار، اُداس، ٹنڈ منڈ ہو جاتا ہے،

اس کا رنگ روپ اور خوشبو اُڑ جاتی ہے، یہ تنہا اور زوال پذیر بھی ہو جاتا ہے اور انسانی زندگی کا آخری موسم سرد ہوتا ہے، یہ اس کی سروائیول کا زمانہ ہوتا ہے۔یہ اس دور کے آخر میں مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتا ہے، یہ چاروں ادوار 1990 کی دہائی تک بیس بیس سال پر محیط تھے،انسان پہلے بیس برسوں میں پرورش پاتا تھا،تعلیم اور ہنر سیکھتا تھا،دوسرے بیس برسوں میں پروفیشنل لائف میں آتا تھا، شادی کرتا تھا، بچے پیدا کرتا تھا، ورمعاشی اور سماجی ترقی کرتا تھا۔ یہ تیسرے بیس برسوں میں بیمار ہونا شروع ہوتا تھا، معاشی مسائل کا سامنا کرتا تھا۔جسمانی ،ذہنی اور سماجی طور پر کمزور ہوتا تھااور یہ ریٹائرڈ ہو جاتا تھا اور اس کے آخری بیس سال سردیوں کے موسم کی طرح اکیلے پن ، بیماری اور یاسیت میں گزرتے تھے اور یہ اپنے آپ کو بچاتے بچاتے فوت ہو جاتا تھا۔لیکن 1990 کی دہائی کے بعد یہ موسم پچیس پچیس کے چار حصوں میں تقسیم ہو گئے، پہلے 25 سال بچپن، تعلیم اور جوانی، دوسرے 25 سال پروفیشن،فیملی،سٹرگل اور کامیابی تیسرے 25 سال زوال،مسائل، بیماری اور ریٹائرمنٹ اور چوتھے 25 سال بری خبروں ، دوستوں کی اموات ، جائیدادوں پر قبضے، ڈاکٹرز، دوائیں اور ہسپتال، بچوں کی دوری، اکیلا پن ،یادداشت ،نظر اور سماعت کی کمی ،جسم میں دردیں، اٹھنے چلنے اور پھرنے کی معذوری اور پھر قبر۔

یہ انسان کی زندگی کا سائیکل ہے ، میں اکثر اپنے دوستوں سے عرض کرتا ہوں ، ہم انسان اگر اپنی زندگی میں ہر پانچ سال بعد درمیانی اور 25 سال بعد بڑی تبدیلی نہیں لاتے تو ہم شدید بحران کا شکار ہو جاتے ہیں۔ہمیں ہر پانچ سال بعد اپنی زندگی کا آڈٹ کرنا چاہیے، اپنی کمزوریوں کو تسلیم کرنا چاہیے ،اپنا طرزِ زندگی بدلنا چاہیے اور اپنی زندگی میں کوئی ایک اچھی عادت شامل کرنی چاہیے اور ہمیں ہر 25 سال بعد اپنی زندگی کو لائف کے اگلے فیز کے مطابق مکمل طور پر تبدیل کر لینا چاہیے، وہ لوگ جو یہ نہیں کرتے وہ بری طرح بحرانوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

میں نے پچاس سال میں قدم رکھا تو محسوس ہوا کہ میں خزاں کے موسم میں داخل ہو گیا ہوں، مجھے اب تیسرے موسم کی ضروریات کا بندوبست کرنا ہو گا۔ میں نے ریسرچ کی، پتہ چلا، دنیا میں پچاس سے پچھتر سال کے فیز کے لیے بے شمار پیکجز موجود ہیں۔ میں نے ان تمام پیکجز میں سے چند چیزیں الگ کیں اور اپنے لیے ایک دیسی پیکج بنا لیا۔ ماشاءاللہ میرے والدین حیات ہیں، یہ دونوں زندگی کے چوتھے دور میں داخل ہو چکے ہیں، میں نے ان کی چند عادات اور چند مشکلات کو بھی اس پیکج میں شامل کر لیا۔ میرے اس دیسی پیکج کا پہلا حصہ جسمانی صحت پر مشتمل ہے، میں 15 سال سے چوبیس گھنٹے میں صرف ایک روٹی کھا رہا تھا، مجھے چینی، پراٹھا، حلوہ، پوری اور سری پائے چھوڑے دو دہائیاں ہو چکی ہیں۔ میں نے اب روٹی اور چاول مکمل طور پر چھوڑ دیے ہیں، اگر مجبوری میں کھانی پڑ جائے تو میں آدھی روٹی اور چاول کے تین چمچ لیتا ہوں۔ تاہم میں نے گرل فش، گوشت مرغی کا قیمہ، دالیں، تازہ سالاد، اور فروٹس بڑھا دیے ہیں۔ میں لنچ نہیں کرتا، ڈنر شام ساڑھے چھ بجے کر لیتا ہوں، سارا دن پانی پیتا رہتا ہوں اور یہ پانی بھی جب پیتا ہوں دو گلاس پیتا ہوں، پورا دن دار چینی، الائچی، پودینہ، میتھی اور ادرک کا قہوہ پیتا رہتا ہوں۔ دودھ کا ایک گلاس اور ضرورت پڑے تو ایک فریش جوس لے لیتا ہوں۔ مجھے کافی بہت پسند ہے لیکن میں ہفتے میں صرف دو دن کافی پیتا ہوں، ہفتے میں چار دن ایکسر سائز کرتا ہوں، دو دن واک یا پہاڑوں میں ٹریکنگ کرتا ہوں، میں نے بچپن میں تبت کی ایک کہاوت پڑھی تھی، آپ اچھی زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو کھانا آدھا کر دیں، واک ڈبل کر دیں، ہنسنا تین گنا کر دیں اور لوگوں سے محبت چار گنا بڑھا دیں۔ آپ آئیڈیل زندگی گزاریں گے، میں نے یہ چاروں اصول زندگی میں شامل کر لیے ہیں۔ پاکستان میں نوے فیصد لوگوں کو پچاس سال میں بلڈ پریشر اور کولیسٹرول ہو جاتا ہے، میں ماشاءاللہ بلڈ پریشر سے بچا ہوا ہوں تاہم احتیاطاً کولیسٹرول کی دوا شروع کر دی ہے

، اولاد انسان کا سب سے بڑا انرجی سورس ہوتا ہے۔ہم آٹھ بہن بھائی ہیں، ما شاء اللہ ہم تمام اپنے والدین کے پاس ہیں، ہمارے قرب نے ہمارے والدین کی طویل عمری میں بڑا حصہ ڈالا، میرے بچے بھی ماشاءاللہ میرے ساتھ ہیں، ہم نے کسی کو اعلیٰ تعلیم یا روزگار کے دھوکے میں دور نہیں ہونے دیا، یہ دو ہفتوں سے زیادہ ملک سے باہر نہیں رہ سکتے، مجھے سفر توانائی دیتا ہے۔ میں سفر بڑھاتا چلا جا رہا ہوں، میں سوموار سے جمعرات تک لائیو شو کرتا ہوں، مہینے کے آخری جمعرات کو شو کر کے باہر چلا جاتا ہوں اور سوموار کو واپس آ جاتا ہوں۔میرا شوق بھی پورا ہو جاتا ہے اور کام کا حرج بھی نہیں ہوتا۔ میں سمجھتا ہوں میں اپنا یہ شوق زندگی کے چوتھے حصے میں پورا نہیں کرسکوں گا، میں نے جو آج کرلیا وہ ہوگیا، میں وہ کل نہیں کرسکوں گا۔

میں سمجھتا ہوں پچاس سال کے بعد خاندان کے علاوہ آپ کا کوئی دوست نہیں ہوتا آپ خاندان کو جتنا وقت دیں گے آپ کا رشتہ اس سے اتنا مضبوط ہوگا۔ہمیں تیسرے موسم میں نئے دوستوں کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔آپ نئے دوست بنائیں لیکن یہ لوگ آپ کے ہم عمر اور تجربہ کار ہونے چاہئیں، یہ آپ جیسے مسائل سے گزر رہے ہوں گے۔چنانچہ یہ آپ کی روزانہ مدد کریں گے، ہماری سوسائٹی کا ایک بڑا المیہ سکھانے کی کمی ہے۔ہم اپنی زندگی کے تجربات ساتھ لے کر چلے جاتے ہیں۔آپ پچاس سال میں دوسروں کو سکھانا شروع کردیں آپ یونیورسٹی، کالج اور سکول میں ہفتے میں ایک کلاس لے لیں یا پھر محلے کے بچوں کو پڑھانا اور سکھانا شروع کردیں۔ آپ اگر مرنے سے پہلے کسی ایک نوجوان کو اپنا ہنر اور زندگی کے تجربات سکھا گئے تو آپ کی زندگی رائیگاں نہیں جائے گی۔آپ پچاس سال کے بعد منی چینجرز، ڈبل شاہ اور پراپرٹی ڈیلرز سے بھی پرہیز کریں، یہ لوگ لالچ دینے کے ماہر ہوتے ہیں، آپ لالچ میں آجائیں گے اور یوں آپ نے پچھلے پچیس سال میں جو کچھ کمایا آپ وہ ضائع کربیٹھیں گے۔تاہم یہ بھی حقیقت ہے زمین دنیا کی

واحد چیز ہے جس پر سرمایہ کاری میں کسی کو گھاٹا نہیں پڑتا ۔ آپ اپنی فالتو رقم سے زمین خریدیں لیکن وہ زمین کلیئر ہونی چاہیے، آپ کو ادائیگی سے پہلے قبضہ ملنا چاہیے اور آپ کو کسی کے ساتھ حصہ دار نہیں ہونا چاہیے، وہ خواہ آپ کا بھائی ہی کیوں نہ ہو، پچاس سال کے بعد ایک سٹرلیس فری آرام دہ دن اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے ۔ آپ جتنا ممکن ہو یہ انعام حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، پچاس سال کے بعد آپ کو کورٹ کچہری میں نہیں جانا چاہیے ۔ چنانچہ آپ پر کوئی مقدمہ ہے یا آپ نے کوئی مقدمہ کر رکھا ہے تو آپ اسے دو چار سال میں سیٹل کر لیں ۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو آپ مقدمے کا بیگ اپنے کسی بچے کے حوالے کر دیں، وہ جانے اور اس کا کام جانے اور میں پچاس سال کی عمر تک پہنچ کر اس نتیجے پر پہنچا ہوں ۔ انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی سہارے کی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے آپ اگر مخلتی ہیں اور آپ اگر اپنے کام کے ماہر ہیں تو پھر دنیا میں کوئی شخص آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، آپ کی قبر مرنے کے بعد بھی روشن رہے گی اور آخری بات زندگی میں ہر تکلیف برداشت کر جائیں لیکن ذلت برداشت نہ کریں ۔ کیونکہ انسان کو تکالیف نہیں مارتیں، ذلتیں مارتیں ہیں ۔

نفاذ اسلام اور نئے حکمران

(کے۔ ایم اعظم)

معلوم ہونا چاہیے کہ مصطفیٰ کمال اتاترک اور علامہ اقبال و قائداعظمؒ کے اسلامی ماڈلز میں ظاہراً مماثلت ہونے کے باوجود زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دنیا میں اس وقت تین اسلامی ماڈل مروجہ ہیں۔ پہلا ماڈل رجعت پسند، مقلد، بے لچک، متشدد اسلام کا ہے۔ جو مسلمانوں کو عہد قدیم کی طرف واپس لے جانا چاہتا ہے۔ آپ بے شک اس قسم کے اسلام سے دور رہیں۔ ویسے بھی یہ ماڈل معتبر اسلامی روایت کے برعکس ہے۔ دوسرا ماڈل آزاد خیال، لبرل، مغرب پرست اسلام کا ہے، جسے ہم اتاترک ماڈل بھی کہہ سکتے ہیں۔ کمال اتاترک کی عسکری و قومی عظمت ایک طرف یہ ماڈل پاکستان میں قبول نہ ہوگا۔ یہ ماڈل قوم کو دو متحارب گروہوں میں بانٹ کے رکھ دے گا اور ہماری اس ارض پاک پر خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ آپ کی عسکری قیادت کی عافیت اسی میں ہے کہ اس ماڈل سے بھی دور ہی رہیں۔ ہماری قومی بقاء کا راستہ حضرت علامہ اقبال اور حضرت قائد اعظم کے روشن خیال، متحرک اور آگے کی طرف بڑھنے والے اسلام میں ہے، جو الحمد للہ ظاہراً آپ کا بھی پسندیدہ راستہ ہے۔ اسلام کا یہ ماڈل صحیح اسلامی روایت، جو کہ تعلق باللہ، تزکیہ نفس، رواداری اور اخلاص پر مبنی ہے، کا آئینہ دار ہے۔ اس ماڈل میں مسلمان عہد عتیق کے ساتھ حب شدید رکھتے ہوئے، زمانے کے راکب بن کر، معاشرہ کو جہاں نو کی طرف قوت آفرین حرکت دینا چاہتے ہیں۔ اگر آپ اس ماڈل کی نیک نیتی اور عمل صالح کے ساتھ ترویج کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہوگا وگرنہ ہمارا انجام اچھا نہ ہوگا۔ یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ کیونکہ یہ ماڈل کتاب اللہ کی صحیح تعبیر پر مبنی ہے۔ اس لیے ماسوائے اللہ کے اس کا کوئی اور حامی و ناصر نہیں ہے۔ جبکہ اپنے اپنے دنیاوی مفادات کے پیش نظر کئی ایک اسلامی ممالک پہلے ماڈل کی ترویج پر خطیر رقوم صرف کرتے ہیں اور دوسرے ماڈل کو مغربی ممالک

کی پرزور تائید حاصل ہے۔

پاکستان میں نفاذ اسلام کے سلسلے میں آپ کو متحرک احتیاط کے ساتھ آگے بڑھنا ہوگا تاکہ نہ ہی آپ پاکستان علماء اور فقہا کے ناقص فہم دین کا شکار ہوں اور نہ ہی مغرب زدہ، فرنگی گزیدہ، آزاد خیال دانشوروں سے مرعوب۔ فکر اقبال آپ کو اس دورِ جدید میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ حبِ شدید کے تقاضوں کے مضمرات سے آگاہ رکھے گا۔ اس لیے آپ اس کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

پاکستان میں نفاذ اسلام دو مخالف قوتوں کا شکار ہو رہا ہے۔ ایک طرف تو اسلامی نظام کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ خود ہمارے علماء اور دینی اکابرین ہیں، جن کا بڑا مسئلہ ان کا انداز ذہن ہے، جس کے تحت وہ چھوٹے چھوٹے مسائل کی میم میخ نکالنے میں مصروف رہتے ہیں اور ان کی آراء اتنی غیر فیصلہ کن، متضاد اور نزاعی ہوتی ہیں کہ کسی کارگر پالیسی سازی کے لیے کار آمد ثابت نہیں ہوتیں۔ ہمارے علماء اور فقہاء کی زیادہ تر توجہ شکوک رفع کرنے کی بجائے شکوک پیدا کرنے پر مرکوز رہی ہے۔ جس کے نتیجے میں اس موضوع پر غیر فیصلہ کن اور نزاعی لٹریچر کی کتابوں کے انبار لگتے چلے گئے۔ یہ حضرات عموماً اسلام کی حقیقی اقدار سے نا آشنا ہیں اور رفتہ اسلام کی تاریخی روایت سے ہی مستقبل کے لیے راہنمائی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ غلط نقطہ نظر اسلام کو ایک سخت اور بے لوچ مذہب بنا دیتا ہے۔ جو صحت مند معاشرتی ترقی کے تقاضوں سے متضاد ہے رجعت پسند مقلد مسلمانوں کے لیے اسلام تو ان سب فرسودہ روایات کی نمائندگی کرتا ہے، جن کے تحت انہوں نے اپنی زندگیاں گزاری ہیں۔ بلکہ ایک ایسی چیز کے تعاقب میں ضائع کر دی ہیں، جس کو وہ درجہ کمال میں دیکھتے تھے حالانکہ وہ سراسر ناقص تھی۔ ان حضرات کو اس امر کا احساس ہی نہیں کہ ان کا بے لچک نزاعی روّیہ اور غیر ضروری تفصیلات پر بے جا اصرار ہمارے مفاد پرست حکمرانوں کو شریعت کا نفاذ نہ کرنے کا ایک معقول بہانہ فراہم کرتا رہا ہے۔

دوسری طرف ہمارے مغرب زدہ دانشور ہیں، جو مسلمانوں کے مسائل کو مغربی

تاریخی پس منظر میں ہی دیکھنے کے عادی ہیں اوران کے حل بھی مغربی تصورات کو اسلامی نظریات پر مسلط کر کے تلاش کرتے ہیں ۔اس طرح وہ ان نتائج پر پہنچتے ہیں جو اسلامی تصورات کے بالکل برعکس ہوتے ہیں ۔ایسے ہی کچھ لوگ مغربی اندازِ فکر کی اندھا دھند تقلید کرتے ہیں کیونکہ ان کے ناقص خیال میں جو شے بھی مغرب سے آتی ہے وہ بہر حال اعلیٰ اور ارفع ہوتی ہے ۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ مغرب کا پسندیدہ حربہ اسلامی ممالک میں ایک انحرافی، آزاد خیال اور سرمایہ دارانہ اسلام کو رائج کروانا ہے ۔اگر عالم اسلام اس مغربی یلغار کا فوری مقابلہ ایک کثیر العناصر اور مربوط جوابی کاروائی سے نہیں کرے گا تو آئندہ آنے والی صدیوں میں اسلام کی حیثیت بطور ایک متبادل عملی نظامِ حیات کے ختم ہو کے رہ جائے گی ۔ یہ جوابی کاروائی مسلمانوں کے متحرک اور روشن خیال طبقات ہی کر سکتے ہیں نہ کہ کہنہ خیال ، رجعت پسند اور بنیاد پرست طبقات ، جو اسلام کے ظاہری اور رسمی اجزا پر زیادہ زور دیتے ہیں اور اس کے باطنی تخلیقی جوش ، وجدان پر کم ۔دراصل مغرب بھی یہی چاہتا ہے کہ ایسے رجعت پسند مسلمان ہی آگے آئیں ، کیونکہ اس کے خیال میں ایسے مسلمان اسلام کی بدنامی کا باعث بن کر انجانے میں مغربی مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں ۔

دورِ حاضر میں بھی نفاذِ شریعت کا مسئلہ ذہنی الجھنوں کا شکار ہے، جس کا اندازہ اسلامی سیاسی جماعتوں کے اکابرین کے اختلافی رویوں سے لگایا جا سکتا ہے ، جس کا اظہار ان کے اخباری کالموں اور بیانات سے ہوتا رہتا ہے یہ بات تو قطعی طور پر واضح ہے کہ جب تک شریعت کے خدو خال ، مواد اور مقاصد کے متعلق رائج پریشان خیالات ، ذہنی الجھنیں اور پیچیدگیاں رفع نہ کی جائیں گی اور اسلامی قانون کو اس کی اصل صراحت اور سادگی کی طرف واپس لوٹایا نہ جائے گا، اس وقت تک مسلمان نزاعی آراء اور متنازع نظریات کے گورکھ دھندوں میں گم رہیں گے اور انہیں نہ تو یہ پتہ ہوگا کہ اسلامی قانون حقیقتاً ہے کیا اور نہ ہی یہ کہ یہ اپنے پیروکاروں سے چاہتا کیا ہے؟

ایک طرف تو ہماری دینی عمائدین کا فہمِ قرآن ناقص ہے اور وہ ژولیدہ فکری اور منتشر خیالی کا شکار ہیں اور دوسری طرف وہ جدید علوم بالخصوص اقتصادیات سے بھی ناواقف ہیں

مگر اس کے باوجود ان شعبوں میں اپنے اپنے مخصوص مشورے دیتے رہتے ہیں جبکہ ان کا کام صرف بنیادی اصولوں کا تعین ہونا چاہیے اور مخصوص تجاویز سازی کا کام جدید علوم کے ماہرین کے ذمہ ہونا چاہیے۔ان کا رویہ ناقص اور مضحکہ خیز تجاویز میں منتج ہوتا ہے، جو فی زمانہ اسلام کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔عموماً ہر عالم جاگیرداری کو ہر برائی کی جڑ قرار دیتا ہے جبکہ وہ زمینداری اور جاگیرداری میں فرق سے ناآشنا ہے۔قانونی طور پر جاگیردار وہ ہوتا ہے جسے سرکار زرعی مالیہ وصول کرنے کا اپنا خصوصی حق تفویض کردے جبکہ زمیندار بذات خود زمین کا مالک ہوتا ہے پاکستان میں جاگیرداری بہت پہلے ختم کردی گئی تھی۔اصولی طور پر مسئلہ صرف بڑی زرعی ملکیتوں کا نہیں بلکہ معاشرہ میں دولت اور ذرائع پیداوار کی ناہموار تقسیم کا ہے، جس میں سرمایہ داری بھی شامل ہے۔بلکہ سرمایہ کا ارتکاز زمینداری سے کہیں زیادہ ہے۔ہمارے اس وطن عزیز میں دولت کو سیاسی قوت کے حصول کا ذریعہ بنایا جاتا ہے جبکہ سیاسی قوت کو مزید دولت اکٹھی کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور یہ دونوں مل کر فلاح کی بجائے ظلم کا موجب بنتے ہیں۔

علماء کا اسلامی قانون اور تاریخ کا علم بھی سرسری سا ہوتا ہے۔ان کو کم از کم یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام مزارعت کی اجازت دیتا ہے جبکہ پٹہ یا ٹھیکہ پر زمین کی کاشت ممنوع قرار دیتا ہے۔ خلیفہ ثانی، سیدنا عمرؓ عراق کی سرکاری زمینیں مزارعت پر کاشت کرواتے تھے اور ایا کئی ایک صحابہ کبار بھی اپنی ذاتی زمینوں پر کرتے تھے۔اسی طرح ایک مشہور عالم نے قومی قرض سے نجات کے لیے Debt-equity swap کی تجویز پیش کی ہے، جو ان کے کرنے کا کام نہیں۔بطور عالم وہ انہیں اس سے کہیں زیادہ فائدہ مند اموال فاضلہ کے بحق سرکار ضبط کی شرعی تجویز پیش کرنی چاہیے تھی، جس سے ملک کے سارے مالی مسائل حل ہو جاتے۔اسی عالم دین نے چند روز ہی ہوئے فرمایا کہ سود کے متبادل نظام کے لیے اس ملک میں اب اتنا کام ہو چکا ہے کہ غیر سودی نظام رائج کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں آئے گی۔یہ سادہ لوح عالم شاید یہ نہیں جانتے کہ دنیا بھر میں سود کے متبادل پر جتنا بھی کام ہو رہا ہے، وہ سود ہی کو کسی اور نام یا کسی اور شکل میں قائم رکھنے پر

ہورہا ہے۔مسئلہ سود کو جڑ سے کاٹ دینے کا ہے نہ کہ اس کا متبادل ڈھونڈنے کا۔دراصل ان عالم دین کا مطمع نظر نفاذ اسلام کے سلسلے میں حکومت کے لیے آسانیاں پیدا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ ہرکس وناقص یہ جانتا ہے کہ پچھلی صدی کے برطانوی ہند کے قوانین، جن کی تدوین پر انگریز قانون دان خود معذرت خواں تھے، کسی طرح بھی اسلامی نہیں بنائے جاسکتے مگر یہ مقتدر عالم اس بات پر اکتفا کرنے کو تیار ہیں کہ انگریز کے بنائے ہوئے ان کالے قوانین پر چیپیں لگالگا کر ان کی اسلامی تصحیح کر دی جائے۔اللہ اللہ خیر صلا۔اگر ہم انگریز کے بنائے ہوئے ان تصحیح شدہ کالے قوانین کو فقہ کا درجہ دے بھی دیں تو شریعت کا کیا بنے گا، جو فقط قرآن وسنہ پر مبنی ہے۔بظاہر اًعلماء کو شریعت اور فقہ میں فرق کا پوری طرح علم نہیں ہے، کیونکہ عموماً وہ یہ اصطلاحیں مترادف طور پر استعمال کرتے رہتے ہیں۔شریعت کے لفظی معنی اس راستے کے ہیں جو پانی کے نہ ختم ہونے والے منبع کی طرف لے جائے، جسے پی کر لوگ اپنی پیاس بجھائیں جبکہ فقہ کے معنی عمیق فہم کے ہیں سادہ زبان میں شریعت اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا قانون ہے، جس کا ذکر واضح اور شفاف الفاظ میں قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ میں ہے، جبکہ فقہ وہ قانون ہے، جو فقہا نے قرآن اور سنہ سے، ایک مقرر شدہ اجتہادی طریق کار استعمال کر کے اخذ کیا ہے۔چنانچہ یہ صرف شریعت ہی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا ابدی قانون ہے جبکہ فقہ انسانوں کا اپنا بنایا ہوا زمانے کے ساتھ بدلتا ہوا قانون ہے۔لوگوں کو اس بات کا ذرا بھی احساس نہیں کہ فقہ کو قرآن اور سنہ کے برابر لا کھڑا کرنا سنگین شرک ہے، جو کہ ناقابل معافی گناہ ہے۔

آج کل چند علماء کی یہ بے بنیاد رائے ایک بار پھر دیکھنے میں آرہی ہے کہ پاکستان کی زمینیں خراجی ہیں نا کہ عشری۔اس کج فکری کا عملی نتیجہ تو بس اتنا ہی نکلا تھا کہ خراج تو کیا وصول ہونا تھا عشر کی وصولی میں بھی تعطل آ گیا ایک اور فتہی نے عشاریہ بندی (indexation) جیسے عادلانہ طریق کار کو بھی حرام قرار دے دیا ہے۔

آج ہمیں ایسے دستور کی ضرورت ہے، جو کہ حقیقتاً اسلامی ہونے کے ساتھ وقت

حاضر کے تمام عملی ضروریات کا احاطہ کئے ہوئے ہو۔ بدقسمتی سے مسلمان قوم اور معاشرہ کی مشکل یہ ہے کہ اس کے اندر اپنے آپ کو دھوکہ اور فریب دینے کی صلاحیت بہت ہے۔ ہر گروہ اور طبقہ، شاید بلاسوچے سمجھے، اپنے ذاتی مفادات کو اسلام کے مفادات کے ساتھ گڈمڈ کرتا رہتا ہے۔ عالم اسلام میں ایک بار پھر حقیقی اسلام رائج کرنا کوئی آسان کام نہ ہوگا کیونکہ صدیوں پر محیط سامراجی تسلط نے مسلمانوں کی معاشرتی قوت، فکری توانائی اور خوداعتمادی کو بری طرح مجروع کردیا ہے۔

ہمارے لیے ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اسلام کے اصلی ماخذوں، قرآن اور سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کرکے اسلامی معاشرہ کے خدوخال کا ازسرنو تعین کریں۔ کیا یہ نہایت ہی افسوس ناک بات نہیں کہ یہ ایک سادہ سی حقیقت اتنی دیر تک ہماری نظروں سے اوجھل رہی۔ حقیقت یہ ہے کہ خلافت مدینہ اس لیے کلی طور پر اسلامی تھی کہ اسکا مکمل انحصار فقط قرآن اور سنت رسول ﷺ پر تھا اور اس کے فکر پر بعد کے کلامی اور فقہی علم کا ملمع نہیں چڑھا تھا۔ اگر ہم صحیح اسلامی نظام رائج کرنا چاہتے ہیں تو پھر بطور پہلے قدم کے ہمیں اللہ کے ازلی قانون کو، جو فقط قرآن اور رسول اکرم ﷺ کے واضح اور شفاف احکامات پر مبنی ہے، بعد کے انسانی فکر سے آزاد کرنا ہوگا۔

اسلام ایک مکمل اور مربوط نظام حیات ہے، جس پر جزوی طور پر عمل درآمد نہیں ہوسکتا۔ اسلام کو ادھورے طور پر رائج کرنے سے فلاح کی بجائے ظلم میں اضافہ ہوگا۔ شریعت، قرآن اور سنت رسول ﷺ پر مبنی ایک مکمل طرز زندگی کی ترجمانی کرتی ہے۔ یہ فقط تعزیرات کے طور پر رائج نہیں ہوسکتی کیونکہ تعزیرات نہ تو انسان کے اخلاق کو درست کرسکتی ہیں اور نہ ہی معاشرہ کی اجتماعی برائیوں کو دور کرسکتی ہیں۔ شریعت کا مقصد معاشرہ میں سچ اور عدل واحسان کو قائم کرنا ہوتا ہے۔ شریعت کا نفاذ ایسے معاشرے میں نہیں ہوسکتا، جہاں پر سیاست، معیشت اور نظم ونسق کے نظام سارے کے سارے غیر اسلامی ہوں۔ اسلامی قانون حدود کا نزول ایک ایسے معاشرے کے لیے ہوا تھا، جس میں اسلامی نظام قائم کیا جارہا ہو۔ اسلامی سزائیں ایک سرمایہ دارانہ نظام کے لیے نہیں ہیں جس کا دارومدار غریب عوام کے استحصال پر ہو۔

شیطانی شکنجے

(محمد نواز رومانی)

شیطان کس طرح انسان کو بے بس کر کے اپنے شکنجے میں کسنے کے بعد ذبح کرتا ہے، ان طریقوں کی فہرست طویل ہے، ان میں سے چند ایک طریقے اہل فکر ونظر کے ادراک وچشم کشائی کیلئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طاعات سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔

۲۔ لوگوں کو نیک کام کرتے دیکھ کر کہتا ہے آج رہنے دو، کل کر لینا۔

۳۔ کہتا ہے: جلدی جلدی کرو تا کہ فلاں کام کیلئے فارغ ہو سکو۔

۴۔ ریاء میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

۵۔ عُجب میں مبتلا کرنے کیلئے از روئے وسوسہ کہتا ہے:

"تو کتنا باعظمت، شب بیدار اور بڑی فضیلت کا مالک ہے۔"

۶۔ بڑے کام سے چھوٹے کام کی طرف راغب کرتا ہے۔

۷۔ کہتا ہے: "اے نیک بندے! تو لوگوں سے پوشیدہ پوشیدہ نیک اعمال میں کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ خود بخود تمہارے اعمالِ خیر کو لوگوں میں مشتہر کر دے گا۔"

۸۔ کہتا ہے: "انسان کے نیک وبد ہونے کے متعلق روزِ اوّل میں فیصلہ ہو چکا ہے، جو اُس روز بروں میں شامل ہو گیا، وہ بُرا ہی رہے گا اور جو نیکوں میں ہو گیا، وہ نیک ہی رہے گا۔ تمہارے افعال نیک وبد سے فیصلہ ازلی میں ہرگز فرق نہیں آ سکتا۔"

۹۔انسان کو بہکا تا ہے، باطل اُمیدیں دِلاتا ہے۔زبانی وعدے کرتا ،سبز باغ دکھاتا ہے۔
۱۰۔لغو، ناپسندیدہ اعمال کی رغبت دِلاتا اور دلوں میں ان کے بارے میں اچھے وسوسے ڈالتا ہے۔
۱۱۔غصے اور خواہش میں مبتلا کر کے انسان کو دبوچ لیتا ہے۔
۱۲۔غرور و تکبر پر آمادہ کرتا ہے۔جادوٹونے ٹوٹکے کرنے اور کرانے پر اُبھارتا ہے۔
۱۳۔راگ رنگ، کھیل تماشے، رقص و موسیقی میں مصروف کر کے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکتا ہے۔
۱۴۔میاں بیوی میں جھگڑا کروا کر ایک دوسرے سے جدا کرا دیتا ہے۔آپس میں فساد ڈلوا دیتا ہے۔
۱۵۔فضول خرچی پر اُبھارتا ہے۔ناشکری پر اُکساتا ہے۔برائی اور بے حیائی کا امر کرتا ہے۔
۱۶۔وقت پر دھوکہ دیتا ہے۔راہِ راست سے بہکاتا ہے۔فقیری سے ڈراتا ہے۔
۱۷۔باطل اُمیدیں بندھواتا ہے۔ستر کے بے پردہ کرنے پر اُکساتا ہے۔
۱۸۔جھوٹی قسمیں کھانے کی ترغیب دیتا ہے۔
۱۹۔آغاز میں چھوٹی چھوٹی برائیوں پر آمادہ کرتا ،اور وسوسہ ڈالتا ہے کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔
۲۰۔غیر اللہ یعنی اللہ کے اعداء اور مخالفین سے فیصلے کروانے کی تلقین کرتا ہے۔
۲۱۔ذکر اللہ اور نماز سے غافل کرتا ہے۔بغض و عداوت پیدا کرتا ہے۔
۲۲۔دکھاوے کے اعمال کرواتا ہے۔آخرت کے بارے میں دلوں میں شکوک پیدا کرتا ہے۔
۲۳۔دین کے بارے میں شک و شبہات پیدا کرتا ہے اور دنیاوی مشکلات کا حل اسلام سے باہر تلاش کرنے کی رغبت پیدا کرتا ہے۔

جس طرح کسی ملک کی انتظامیہ کے افراد مختلف عہدوں پر فائز ہوتے ہیں تاکہ کاروبارِ مملکت کو احسن طریقے سے چلایا جاسکے، بالکل اسی طرح شیطانی دنیا کے نظام کو چلانے کیلئے شیطان نے مسلمانوں کو بہکانے کیلئے اپنے ماتحت شیاطین اور چیلے چانٹوں کو مختلف ناموں سے ان پر تعینات کر رکھا ہے،اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔مدحش: یہ علماء کو ورغلاتا ہےاو رانہیں مختلف خواہشات کی طرف لے جا تا ہے۔

۲۔حدیث: یہ نمازیوں پر مقرر ہے،انہیں ذکر الٰہی سے ہٹا کر ادھر اُدھر لہو ولعب میں لگا دیتا ہے کسی کو جمائی اور اونگھ میں مبتلا کردیتا ہےاور کسی کو سُلا دیتا ہے۔

۳۔ زلبنون: یہ بازاروں میں مقرر ہے،لوگوں کو کم تولنےاورجھوٹ بولنے پر اُکساتا ہے اور مال بیچتے وقت دکاندار کو مال کی جھوٹی تعریف پر اُبھارتا ہےتا کہ مال فروخت ہو جائے۔

۴۔بھتر: یہ لوگوں کو گریبان چاک کرنے ،منہ نوچنے اورمصیبت میں واویلا کرنے پر مقرر ہے تا کہ مصیبت کے اجروثواب کو ضائع کرادے۔

۵۔ منشوط: یہ لوگوں کو دروغ گوئی ،چغل خوری اور طعن وتشنیع کی ترغیب دیتا ہے۔

۶۔واسم: یہ شرم گاہوں پر مقرر ہے،لوگوں کو زنا کرنے پر اُکساتا ہےاور زنا آنکھوں کا بھی ہوتا ہے۔

۷۔اعور: یہ چوری کرانے پر مامور ہے،کہتا ہے: ’’تیرا فاقہ دُور ہو جائے گا،تن پوشی ہو جائیگی بعد میں توبہ کر لینا۔

۸۔ولہان: یہ وضو پر مقرر ہےتا کہ اس میں نقص رہ جائے،اس کے لغوی معنی گوشت کے لوتھڑے کے ہیں۔یہ نماز اور قرآن مجید کی تلاوت میں خلل ڈالتا ہے۔

شیطان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دُور ہے، ہر بھلائی سے دور ہے، جنت سے دُور ہے، دوزخ کے قریب ہے،اس لئے اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے،شیطان کی پیروی ہر بدبختی اور مصیبت کی اصل ہےاور شیطان کی مخالفت میں خوش نصیبی ، آرام و راحت ، ہدایت اور لازوال ابدی جنت ہے۔

یہ بات پلے باندھنے کی ہے کہ شیطان کو اس معنی میں کوئی بھی معبود نہیں بنا تا کہ اس کے آگے مراسم پرستش ادا کرتا ہو اور اس کو الوہیت کا درجہ دیتا ہو،اسے معبود بنانے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ انسان اپنے نفس کی باگیں شیطان کے ہاتھ میں دے دیتا ہے جدھر جدھر وہ چلاتا ہے،

اُدھراُدھر وہ چلتا ہے۔گویا یہ اس کا بندہ ہےاور وہ اس کا خدا۔اللہ تعالیٰ سورۃ النساء آیت ٧٦ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''وہ لوگ جو ایمان لائے وہ تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا، وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔پس تم شیطان کے اولیاء سے جنگ کرو،یقین مانو شیطانی حیلہ بالکل بودا اور سخت کمزور ہے۔''

وہ لوگ جو معصیت میں قتل و غارت گری کرتے ، ڈاکے ڈالتے ہیں، لوٹ کھسوٹ کرتے، دہشت گردی کے مرتکب ہوتے فحش و برائی کا پرچار کرتے، طاغوتی علم بلند کرتے ،عورتوں کی عزتوں سے کھیلتے اور لوگوں کو صراطِ مستقیم سے گمراہ کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ سے دور لے جانے میں سرگرم عمل ہیں۔دراصل شیطان کے اولیاء اور دوست ہیں۔

اگر دل کی گہرائیوں اور کوش کوش سے سنا جائے تو دو آوازیں مسلسل و پیہم سنائی دیتی رہتی ہیں۔ان میں سے ایک صوتِ رحمانی اور دوسری صوتِ شیطانی ہے۔ان کے علاوہ دو راستے ہیں، ایک حق کا راستہ اور دوسرا باطل کا،اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جو حق پر نہیں وہ باطل پر ہوتا ہے۔

وہ لوگ جو راہِ حق پر گامزن ہیں،ان کیلئے صوتِ شیطانی اجنبی ہے اور اس پر توجہ نہیں دیتے اور جو لوگ شیطان کے نقشِ قدم پر ہیں،ان کیلئے صوتِ رحمانی میں کوئی کشش نہیں اور وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔روزمرہ کی زندگی سے اس کی مثال اس طرح دی جا سکتی ہے کہ اگر بیک وقت آذان اور موسیقی کی آواز فضاء میں اُبھرے تو راہِ حق کے مسافر فوراً اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور بارگاہِ خداوندی میں ادائیگی فریضہ کیلئے سربسجود ہو جاتے ہیں لیکن جو غیر کی راہ سے مانوس ہوتے ہیں ، وہ فحش گانوں،جذبات کو برانگیختہ کرنے والے لوگ رنگ اور موسیقی کی دُھن پر جھومنے لگتے اور اس کے کیف میں کھو جاتے ہیں۔ ان کیلئے صوتِ شیطان میں بڑی مقناطیسیت ہوتی ہے۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ انہیں نماز اور فلاح کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ دراصل جو جس راہ پر قدم بڑھا رہا ہے وہ اسی راحت و سکون کا متلاشی ہوتا ہے۔

انسان کی محبت اور توجہ کا محور ہمیشہ اموال اور اولاد ہوتی ہے۔ان کے حصول اور ان کی محبت میں دیوانہ وار شب و روز کوشاں ہے۔یہ وہ وسیع میدان ہیں جہاں شیطان کو کھل کھیلنے کے ہزاروں مواقع اور ان میں شراکت کیلئے ان گنت طریقے میسر ہیں۔بینک بیلنس بڑھانے، تجوریاں اور جیبوں کو نوٹوں سے بھرنے کے لئے جب انسان حلال و حرام کی تمیز ختم کر دیتا ہے تو یہی مال میں شیطان کی شراکت ہے پھر وہ یہ نہیں دیکھتا کہ مال حرام کس دروازے سے آرہا ہے، اسے صرف مال و دولت سے غرض ہوتی ہے اور مال کے حصول کیلئے شیطان اس کے ذہن میں نت نئی ترکیبیں اور توجیہات ڈالتا رہتا ہے کہ وہ ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ دولت کو بھی جائز سمجھنے لگتا ہے۔

اس طرح انسان خود فریبی کا شکار ہو کر حرام کی دولت اکٹھی کرنے میں شبانہ روز مگن و سرگرداں رہتا ہے اور اپنی ناجائز و غیر شرعی سرگرمیوں کو خود ہی سند دانش مندی و عقل مندی عطاء کر کے اسے حلال قرار دے دیتا ہے، اس طرح وہ انسانی لبادے میں شیطان کا روپ دھار لیتا ہے۔

شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ میں بنی آدم کے سامنے سے بھی آؤنگا اور پیچھے سے بھی یعنی آخرت کے بارے میں ان کے دلوں میں شکوک پیدا کروں گا اور سیدھی طرف سے بھی آوں گا۔معاصی انسانوں کیلئے دل پذیر بنا دوں گا اس لئے ہمیں ہمیشہ صوتِ خیر پر توجہ دینی چاہیے اور صوتِ غیر کے پیچھے چلنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

نگاہوں کو جھکانے کے فائدے اور بدنظری کے نقصانات

(ابن القیّم الجوزیہؒ)

اللہ تعالیٰ کا ارشادگرامی ہے:

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ (30) وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ o (سورہ النور: آیت: ۳۰ : ۳۱)

ترجمہ: ''ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کو بھی محفوظ رکھیں، یہ ان کیلئے بہت پاکیزہ ہے، بے شک اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں، اور ایمان والیوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔''

نظر کو جھکانا شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے، اس وجہ سے آیت مبارکہ میں اس کو پہلے ذکر کیا گیا، اور چونکہ بدنظری کی حرمت کی وجہ سے ہے۔ بدنظری سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو بدنظری حرام ہے، شرمگاہ کی حفاظت ہر حال میں واجب ہے۔

غیر محرم عورتوں کو دیکھنا حرام ہے:

اللہ تعالیٰ نے آنکھ کو دل کا آئینہ بنایا ہے جب آدمی آنکھ کو جھکالیتا ہے تو اس کا دل شہوت سے رُک جاتا ہے، اور جب آنکھ اُٹھ جاتی ہے تو دل میں شہوانی جذبات جنم لیتے ہیں، ایک حدیث میں ہے، ایک مرتبہ فضیل بن عباسؓ یوم نحر میں مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے حضورﷺ کے ساتھ سوار تھے کہ وہاں سے عورتوں کی پالکی گزری، تو فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف دیکھنا شروع کر دیا تو حضورﷺ نے ان کے چہرہ کو دوسری طرف پھیر دیا۔

آپ ﷺ کا یہ عمل بتاتا ہے کہ غیر محرم عورتوں کو دیکھنا ممنوع اور ناجائز ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور ﷺ کبھی ان کو منع نہ کرتے۔ ایک اور حدیث میں ہے، ''اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے مقدر میں کسی نہ کسی درجہ میں عمل بد رکھا ہے اور وہ اس سے اپنا حصہ پاتا ہے، کیونکہ آنکھ زنا کرتی ہے اور اسکا زنا دیکھنا ہے، زبان زنا کرتی ہے اور اس کا زنا بولنا ہے، پاؤں زنا کرتے ہیں اور ران زنا چلنا ہے، ہاتھ زنا کرتے ہیں، اور ران کا زنا پکڑنا ہے، دل زنا کرتا ہے، اور اس کا زنا غلط ارادے، اور خواہشات ہیں اور شرمگاہ ان سب کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔''

گویا کہ زنا کی ابتداء آنکھ سے ہوتی ہے... کیونکہ ہاتھ، پاؤں، دل وغیرہ شرمگاہ کے زنا کی اصل ہیں۔ زبان کا زنا کلام کو قرار دے کر اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ منہ کا زنا بوسہ لینا ہے، اور اگر شرمگاہ ان کے فعل کو ثابت کرتی ہے تو تصدیق کرنے والی ہے۔ آنکھ کی معصیت اس کا غلط جگہ دیکھنا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علیؓ! جب ایک نگاہ پڑ جائے تو دوسری نہ ڈال، کیونکہ پہلی نگاہ تیرے اختیار میں نہیں، اور دوسری تیرے اختیار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نگاہوں کو نیچا رکھنے کا حکم دیا ہے اور بدنگاہی کو حرام قرار دیا ہے، جبکہ دل کی شفاء کسی ایسی چیز میں نہیں ہو سکتی جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دے دیا ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ سے اچانک پڑ جانے والی نظر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے دل میں اس کی تاثیر کا علم رکھنے کے باوجود نگاہ پھیرنے کا حکم دیا نہ کہ تکرار نظر کا۔ شیطان ملعون کی کوشش ہی یہ ہوتی ہے کہ یہ عورت کو دوبارہ دیکھے تو شیطان اس کے لئے حسن کو مزین کردے، جس سے آزمائش، اور امتحان سخت ہو جائے۔

جب انسان کسی شرعی حکم کو توڑ کر حرام کام کو انجام دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مدد ہرگز نہیں کی جاتی، بلکہ وہ اس قابل ہوتا ہے کہ اس سے مدد و نصرت کو ہٹا دیا جائے۔

پہلی نگاہ شیطان کا زہر میں بجھا ہوا تیر ہے، اور دوسری نگاہ بھی یقیناً اس سے زیادہ زہر پر مشتمل ہے تو ایک زہر دوسرے کا علاج کیسے بن سکتا ہے؟ جب ایک نگاہ دل میں اثر کرتی ہے تو

عقلمند آدمی جلدی کرتا ہے،اور محبت کے بیج کو نکالنے کی کوشش کرتا ہےتو اس کا علاج آسان ہوجاتا ہے، اگر وہ بار بار دیکھے، اور حسن و جمال کی باریکیوں کو پرکھے، اور اس خوبصورتی کو اپنے فارغ دِل میں منتقل کرے گا تو یہ حسن اس کے دِل پر نقش ہو جائے گا اور محبت راسخ ہوجائیگی، جب بھی انسان باربار دیکھتا ہےتو اس کا یہ مسلسل نگاہیں مارنا ایسا ہے جیسے پانی کا درخت کو سیراب کرنا..... باربار دیکھنے سے محبت کا درخت اس کے دِل میں راسخ ہو جائے گا اور اس کا دِل اُجڑ جائے گا اور اس کو اللہ کے احکامات کا خیال بھی نہ رہے گا اور یہ مشکلات سے دوچار ہوکر حرام کاموں میں پڑ کر آزمائشوں کا شکار ہوجائے گا اور اپنے دِل کو ہلاکت کی وادی میں دھکیل دے گا اور اس سارے عذاب کا سبب اس کی وہ نگاہ ہوگی جو پہلی مرتبہ پڑی تو اس کو لذت محسوس ہوئی ، پھر اس نے دوسری نگاہ اُٹھالی، جیسے کسی مزیدار کھانے کے ایک لقمہ کو چکھنے کے بعد سارا کھانا کھالینا۔

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں حضورﷺ کا ایک فرمان نقل کیا ہے، رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جس شخص نے عورت کے حسن سے اپنی نظر کو جھکالیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی حلاوت عطا فرمائیں گے جسے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت محسوس کرے گا۔''

بدنظری عظیم فتنہ ہے:نظر کا فتنہ ہر فتنہ کی بنیاد اور اصل ہے۔صحیحین کی حدیث ہے، اُسامہ بن زیدؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد مردوں کیلئے عورتوں سے بڑھ کر آزمائش کوئی نہیں۔''

نگاہوں کو غیر محرم کی طرف اُٹھنے سے روکنے والے کا دل غم و حسرت سے خلاصی پالیتا ہے ، کیونکہ جو نظر کی مہار کو آزاد چھوڑ دیتا ہے، افسوس و حسرت کا نشان بن جاتا ہے، دل کیلئے سب سے زیادہ نقصان دہ چیز آنکھوں کو آزاد چھوڑنا ہے، کیونکہ ایسا کرنے والا جس چیز کو چاہتا ہے اس کی طلب میں دیوانہ ہوجاتا ہے۔ دِل پر نظر کا ایسا اثر ہوتا ہے جیسا تیر کا نشانہ پر ہوتا ہے، اگر عمل نہ بھی کرے تو زخمی تو بہر حال کر ہی دیتا ہے، یہ آگ کی ایک چنگاری کی طرح ہے جب اسے

خشک گھاس میں پھینک دیا جائے اگر ساری گھاس کو نہ جلائے تو کچھ نہ کچھ کو تو جلا ہی دے گی۔

تمام مصائب کی ابتداء آنکھ کے دیکھنے سے ہوتی ہے جیسے بہت بڑی آگ کی ابتداء ایک چھوٹی سی چنگاری سے ہوتی ہے، کتنی ہی نگاہیں ایسی ہیں جو دیکھنے والے کے دل کو بغیر کمان کے یوں زخمی کر دیتی ہیں جیسے تیر کا لگنا، شکار زخمی کر دیتا ہے۔

نگاہوں کو جھکانا نورانیت کے حصول کا ذریعہ ہے:

آنکھ جھکا لینے سے دِل میں نور پیدا ہوتا ہے اور ایسی رونق، اور نورانیت حاصل ہوتی ہے جو چہرے اور آنکھوں میں ظاہر ہوتی ہے، جبکہ اس کے برعکس بدنظری سے دل میں ظلمت پیدا ہوتی ہے جو چہرہ اور باقی اعضاء میں ظاہر ہوتی ہے۔

فراست کا حصول نگاہوں کو جھکانے میں مضمر ہے: اس عظیم الشان عمل سے آدمی کی فراست درست ہوتی ہے کیونکہ فراست نور کا حصہ، اور اس کا ثمر ہے، جب دل نورانی ہوتا ہے تو فراست درست ہوتی ہے، کیونکہ نگاہوں کو جھکانے سے دل ایسے روشن آئینہ کی طرح ہو جاتا ہے جس میں معلومات حقیقی معنی میں ظاہر ہوتی ہیں اور نظر اس پر سانس لینے کی طرح ہے، جب نظر آئینہ پر سانس لیتی ہے تو اس کی روشن سطح دھندلی ہو جاتی ہے اور نور ماند پڑ جاتا ہے۔ جب آدمی اللہ کیلئے نگاہوں کو جھکاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے بصیرت کے نور کو عام فرماتے ہیں اور جب نگاہوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو بصیرت کا نور بند کر دیا جاتا ہے۔ جو آدمی نگاہوں کی حفاظت نہیں کرتا اس کا دل تاریک اور وحشت ناک ہو جاتا ہے اور اس پر علم کے دروازے بند اور راستے تنگ ہو جاتے ہیں۔

نگاہوں کی حفاظت سے دل کو قوت، قرار، اور بہادری و جرائتمندی جیسی صفات حاصل ہوتی ہیں تو آدمی بصیرت کا بادشاہ ہونے کے ساتھ حجت کا سلطان بھی بن جاتا ہے، ایک روایت میں ہے: ''جو آدمی خواہش کی مخالفت کرتا ہے، شیطان اس کے سایہ سے بھی گھبراتا ہے۔''

اسی وجہ سے خواہشات کی پیروی کرنے والے کے دل میں ضعف، گھٹیا پن، اور حقارت ہوتی ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے مقدر میں لکھی ہے جو اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر ترجیح دے گا۔

نگاہوں کی حفاظت سے دل میں فرحت، سرور، خوشی کا احساس ہوتا ہے اور ایسا انشراح حاصل ہوتا ہے جس کی لذت بدنظری کی لذت سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے، کیونکہ آدمی جب اپنے دشمن کو شکست فاش دیتا ہے تو یہ چیز خوشی کا باعث ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان لذت سے رکتا ہے، اور خواہشات سے باز رہتا ہے، (جو کہ نفس امارہ کی خوشی کا سبب ہے) تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی لذت اور خوشی عطاء فرماتے ہیں کہ نفس امارہ کی لذت اس کے عشر عشیر کو بھی نہیں پا سکتی جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''خدا کی قسم! پاک دامنی کی لذت گناہ کی لذت سے بہت زیادہ ہے۔'' یہ بات بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ نفس جب خواہشات کی مخالفت کرتا ہے تو اس کو ایسی مسرت، خوشی، اور سرور حاصل ہوتا ہے جو خواہشات کی لذت سے اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ ان کے درمیان کوئی نسبت ہی نہیں، اور یہی وہ مقام ہے جہاں عقل خواہش سے ممتاز ہو جاتی ہے۔

غض بصر عقل کو قوی اور مضبوط کرتا ہے اور بدنگاہی سے عقل کی خرابی، غصہ کی زیادتی، انجام سے غفلت جیسے اوصاف جنم لیتے ہیں، کیونکہ عقل کا خاصہ انجام پر نظر رکھنا ہے، اگر بدنظری کرنے والا شخص اس کے انجام کو جان لے تو کبھی بھی بدنگاہی کی طرف متوجہ نہ ہو۔

غفلت کے پردے حفاظتِ نگاہ سے اُٹھتے ہیں۔ نگاہوں کی حفاظت غفلت کے پردے کو ہٹانے اور شہوت کے نشے کو دور کرنے کا سبب بنتی ہے کیونکہ نگاہوں کو شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دینا اللہ، اور آخرت سے غفلت میں پختگی کا سبب بنتا ہے، اور آدمی عشق کے نشہ کا شکار ہو جاتا ہے۔

خوبصورت بے ریش لڑکوں کو دیکھنا ایک ایسا زہر ہے جو اندر تک سرایت کرنے والا ہے، اور ایک ایسی بیماری ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی نوعمر لڑکے کو گھور کر دیکھے۔ حضرت سفیان ثوریؒ اور دوسرے، بہت سے علماء نوعمر لڑکوں کے ساتھ ہم نشینی سے منع فرماتے تھے۔ اور نوعمر لڑکوں کی ہم نشینی ایک بہت بڑا فتنہ قرار دیتے تھے۔ اور یہی عورتوں کیلئے حکم ہے۔

جنگِ بدر

(امتیاز احمد)

مسلمانوں کو مکہ مکرمہ میں تیرہ سال کے طویل عرصہ تک ہر قسم کے مظالم اور تکالیف، رسوائی اور مشکلات کا سامنا کرنے کے باوجود پلٹ کر جوابی کاروائی کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو ان کے گھروں تک سے کافروں نے نکال باہر کیا تھا اور مسلمان طوعاً و کرھاً یہ بھی برداشت کر گئے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد مدینہ منورہ کے غیر مسلموں سے معاہدے کئے اور اس طرح ایک اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی۔

جنگ بدر اسلام کی پہلی جنگ ہے، جس میں دشمن تعداد میں مومنین سے تین گنا زیادہ تھے مسلم فوج میں صرف ۳۱۳ سپاہی تھے، ستر اونٹ، دو گھوڑے اور آٹھ تلواریں تھیں۔ اس سفر کے دوران میں سواری کے جانور کم ہونے کی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ بھی دوسرے سپاہیوں اور مجاہدین کی طرح کبھی حضرت ابولبابہؓ اور کبھی حضرت علیؓ کے ساتھ اونٹ کی سواری بانٹ لیا کرتے تھے۔

دشمنوں کی فوج میں سر سے پیر تک زرّہ بکتر سے لیس ایک ہزار سپاہی تھے۔ جن کے پاس سات سو اونٹ اور سو گھوڑے تھے۔

آیئے ہم جنگ سے پہلے، جنگ کے دوران اور جنگ کے بعد کے چند واقعات کا جائزہ لیتے ہیں جن سے ہمیں کئی سبق حاصل ہوں گے۔

اللہ کے رسول ﷺ ان پریشان کن حالات سے پوری طرح باخبر تھے۔ آپ ﷺ نے انتہائی سراسیمگی اور پریشانی کے عالم میں اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے آبدیدہ نگاہوں سے اوپر کی طرف دیکھ کر رقت آمیز آواز میں اللہ تعالٰی سے دعا فرمائی۔

"اے اللہ میرے خالق و مالک اگر آج تیرے ان مٹھی بھر نام لیواؤں کو شکست ہو گئی تو پھر قیامت تک دنیا میں تیرا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔ اے میرے اللہ میں تجھی سے اور صرف تجھ سے مدد کا طالب ہوں۔ دستِ غیب سے میری مدد فرما"۔

"جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ (تسلی رکھو) ہم ہزار فرشتوں سے جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے تمہاری مدد کریں گے اور اس مدد کو اللہ نے محض بشارت بنایا تھا کہ تمہارے دل اس سے اطمینان حاصل کریں اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے"۔

(سورہ الانفال 10-9)

اللہ نے اپنے فرشتوں کے ذریعے مومنین کی امداد کا اعلان فرمایا اور وہ اس لئے تا کہ مومنین کے دلوں کو سکون اور اطمینان حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یاد رکھو کہ یہ مدد فرشتے نہیں بلکہ میں خود کر رہا ہوں۔ کیونکہ مدد تو صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کرتا ہے۔ فرشتے تو اس نے فقط مومنین کے اطمینان قلب کے لئے بھیجے تھے۔ اللہ نے فرشتوں کو کوئی کام کرنے کا حکم عطا فرمایا تھا

(سورہ الانفال 12)

جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں کو ارشاد فرمایا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم رہیں۔ میں ابھی کافروں کے دلوں میں رعب و ہیبت ڈالے دیتا ہوں، تم ان کے سر مار (کر) اڑا دو۔ اور ان کا پور پور مار (کر توڑ) دو۔

اس آیت سے ہم پر اس حقیقت کا انکشاف بھی ہوتا ہے کہ فرشتوں نے نہ صرف مومنوں کی حوصلہ افزائی کی اور ان کے قدم جما دیے۔ بلکہ خود بھی مسلمانوں کی طرف سے باقاعدہ جنگ میں حصہ لیا۔ ابو داؤد مزنیؓ اور سہیل بن حنیفؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہماری تلواریں کافروں کی گردنوں تک پہنچنے بھی نہ پاتی تھیں کہ ان کی گردنیں کٹ کر جسم سے الگ ہو جایا کرتی تھیں۔ در اصل کافروں کی گردنیں فرشتے کاٹ رہے تھے۔

اور کاش تم اس وقت کی کیفیت دیکھتے جب کافروں کی جانیں نکال رہے تھے اور ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر (کوڑے اور ہتھوڑے وغیرہ) مارتے (تھے اور کہتے تھے) کہ (اب) جلنے کے عذاب کا مزہ چکھو"۔(سورہ الانفال)

اس آیت سے ہمیں معلوم ہوا کہ جب بھی فرشتے کسی کافر کی روح قبض کرتے ہیں تو وہ ان کافروں کو سزا کے طور پر ان کے منہ اور پشت پر آگ میں دہکا کر سرخ کی ہوئی لوہے کی موٹی موٹی سلاخوں سے ان کو بری طرح مارتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سورہ الانفال کی آیت 51 میں فرماتا ہے" یہ ان کافروں کی بداعمالیوں کی سزا ہے جس کا وہ دنیا میں ارتکاب کیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ بذات خود ان کافروں پر کوئی ظلم نہیں کرنا چاہتا"۔اللہ تعالیٰ سورہ الانفال کی آیت نمبر 14 میں فرماتا ہے "ابھی فی الحال اپنی بداعمالیوں کا مزہ چکھو،قیامت کے دن اس سے بڑی سزا تمہاری منتظر ہے"۔ یہ جان کر ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سکرات الموت کے وقت کافروں کو انتہائی دردناک تکلیف سے گزرنا پڑتا ہے۔انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کے طور پر یہ سزا دی جاتی ہے۔ جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اس کے لئے ایسی ہی دردناک سزا ہے۔

جنگ بدر شروع ہونے سے پہلے بھی کئی معجزات رونما ہوئے۔مثال کے طور پر جنگ سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ نے کچھ خواب دیکھے جن کا بیان قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "اس وقت اللہ نے تمہیں خواب میں کافروں کو تھوڑی تعداد میں دکھایا اور اگر بہت کر کے دکھاتا تو تم لوگ جی چھوڑ دیتے اور (جو) کام (در پیش تھا اس) میں تم جھگڑنے لگتے لیکن اللہ نے (تمہیں اس سے) بچالیا، بیشک وہ سینوں کی باتوں تک سے واقف ہے"۔(سورۃ الانفال 43)

حالانکہ دشمنان اسلام کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے خواب میں اپنے رسول ﷺ کو یہ تعداد کم کر کے دکھائی ،اگر اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو دشمنوں کی تعداد زیادہ بتاتا اور حضور ﷺ یہ بات اپنے صحابہ کرام کو بتادیتے تو اس بات کی بنا پر آپس میں شدید اختلاف ہوجاتا اور اختلاف ہر حالت میں نقصان دہ ہوتا ہے خصوصاً میدان جنگ میں اور بھی زیادہ مضر ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ نے اس طرح معجزانہ طور پر مسلمانوں کو اختلاف کی وجہ سے پیدا ہونے والی انتہائی خطرناک صورت حال سے بچالیا۔ اسی طرح جنگ کے دوران ایک معجزہ رونما ہوا۔

"اور اس وقت جب تم ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو کافروں کو تمہاری نظروں میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا اور تم کو ان کی نگاہوں میں زیادہ کر کے دکھاتا تھا تاکہ اللہ کو جو کام کرنا منظور تھا اسے کر ڈالے اور سب کاموں کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔

مسلمانوں نے میدان جنگ میں اس معجزے کا مشاہدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی مسلمانوں کو دشمن کی تعداد کم کر کے دکھانے میں منشا یہ تھی کہ کافر مسلمانوں کو تعداد میں کم اور کمزور جان کر سامنے آ ئیں اور قتل کئے جائیں۔ دوران جنگ ایک اور دلچسپ واقعہ رونما ہوا۔

شیطان نے قبیلہ بنو بکر کے ایک طاقتور سردار سراقہ بن مالک کا بھیس بدلا اور کافروں کے ساتھ مل گیا اور یہ کہہ کر ان کی حوصلہ افزائی کرنے لگا کہ آج دنیا کا کوئی انسان تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا کیونکہ آج میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ جب شیطان نے مسلمانوں کی فوج دیکھی تو وہ یہ کہتا ہوا الٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہوا کہ مجھے تم سے (کافروں سے) کچھ واسطہ نہیں ہے۔

"اور جب شیطان نے ان کے اعمال ان کو آراستہ کر کے دکھائے اور کہا کہ آج کے دن لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہ ہوگا اور میں تمہارا رفیق ہوں (لیکن) جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل (صف آرا) ہوئیں تو پسپا ہو کر چل دیا اور کہنے لگا کہ مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تو ایسی چیزیں دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے"۔ (سورہ الانفال 48)

جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اللہ تعالیٰ فاتحین بدر کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

"تم لوگوں نے ان (کفار) کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور (اے محمد ﷺ) جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔ اس سے یہ غرض تھی کہ مومنوں کو اپنے (احسانوں) سے اچھی طرح آزمالے بیشک اللہ سنتا جانتا ہے" (سورہ الانفال 17)

اللہ تعالیٰ) اپنے رسول ﷺ اور صحابہؓ سے فرما رہا ہے کہ تم یہ خیال ہرگز نہ کرنا کہ یہ جنگ تم نے جیتی ہے۔ فتح و کامرانی صرف اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو یہ یاد دہانی بھی کروا رہا ہے کہ جب حضور ﷺ نے کچھ مٹی اور کنکر اپنی مٹھی میں لیکر دشمنوں کی طرف پھینکے تو یہ مٹی اور کنکریاں ہوا کے زور سے طوفان گرد و باد میں تبدیل ہو گئیں۔ دشمنان اسلام کی آنکھوں میں پڑ گئی اور وہ دشمن بدحواسی میں میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ مٹھی بھر مٹی اللہ تعالیٰ کے حکم اور مدد سے طوفان میں تبدیل ہوئی۔ اسی طرح جنگ میں فتح صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے حاصل ہوئی ہے نہ کہ مجاہدین کی ذاتی صلاحیتوں سے۔

جنگ ختم ہوتے ہی مسلم فوج تین گروہوں میں بٹ گئی ایک گروہ وہ جس نے دور تک بھاگتے ہوئے دشمن کا دور تک پیچھا کیا۔ دوسرا گروہ میدانِ جنگ میں دشمن کے چھوڑے ہوئے مالِ غنیمت کو جمع کرنے میں لگ گیا اور تیسرا گروہ جس نے حفاظت کی خاطر حضور ﷺ کے چاروں طرف حصار بنالیا تھا، تاکہ خدانخواستہ کہیں چھپا ہوا کوئی دشمن حضور ﷺ پر وار نہ کرسکے۔

جب سب لوگ شام کو ایک جگہ جمع ہوئے تو دن میں جمع کئے گئے دشمن کے مالِ غنیمت کے بٹوارے کا پیچیدہ سوال اٹھ کھڑا ہوا۔ جن لوگوں نے یہ مال جمع کیا تھا ان کا دعویٰ تھا کہ اس سارے مال پر صرف ان کا حق ہے۔ کیونکہ یہ سب انہوں نے بڑی محنت سے جمع کیا ہے۔ دوسرے گروہ والوں کا کہنا تھا کہ اس مال پر ان کا بھی حق ہے کیونکہ اگر وہ دشمن کا پیچھا کر کے اسے نہ بھگاتے تو ان لوگوں کو مال جمع کرنے کا موقع نہ مل سکتا تھا۔ تیسرے گروہ کا کہنا یہ تھا کہ چونکہ ہم سب سے اہم فرض انجام دے رہے تھے یعنی اللہ کے نبی ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے اس لئے اس مال پر ہمارا بھی حق بنتا ہے۔ عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ پر نوبت یہاں تک پہنچی کہ سب مجاہدین میں ان بن پیدا ہو گئی کیونکہ ابھی تک مالِ غنیمت کے بارے میں کوئی ہدایت نازل نہیں ہوئی تھی۔ گذشتہ امتوں کے لوگوں کو مالِ غنیمت آپس میں تقسیم کرنے کا حق نہیں تھا۔ وہ لوگ تمام مالِ غنیمت ایک جگہ ڈھیر کر دیتے تھے اور اگر اس پر بجلی گر کر اسے خاک کر دیا کرتی تھی

تو گویا اس بات کا اشارہ تھا کہ انکا جہاد قبول کر لیا گیا ہے۔

تھوڑی دیر بعد اللہ نے سورہ انفال میں مالِ غنیمت کی تقسیم کے بارے میں اپنے رسول کو واضح ہدایت فرمائی جیسے ہی ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت کی تقسیم کا مسئلہ اللہ تعالیٰ نے خود حل فرما دیا ہے ۔تو یہ سب لوگ آپس کے تمام اختلافات فراموش کر کے پھر ایک بار شیر و شکر ہو گئے ۔حکم الٰہی کے مطابق تمام مال سب لوگوں میں برابر برابر تقسیم کر دیا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی تھی کہ اس نے امت محمدی کو مال غنیمت استعمال کرنے کی اجازت دے دی ۔اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آتے ہی کس طرح یہ سب صحابہ کرام آپس کے اختلافات بھلا کر ایک ہو جایا کرتے تھے اور فی الفور اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔

غیر مسلم مورخین کے نزدیک جنگ بدر پوری دنیائے انسانیت کی سب سے اہم جنگ اس ایک جنگ کے اثرات نے پوری دنیا کو متاثر کیا ۔اس سے اسلامی ریاست کو تقویت ملی اور فروغ ملا اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے کفار کو شکستِ فاش ہوئی ؟ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ جنگ بدر کے دوران کتنے معجزے رونماء ہوئے اور کس طرح اللہ کے سچے اور مخلص بندوں کو اللہ تعالیٰ کی تائید اور امداد حاصل ہوئی۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

فیوضِ غوثِ یزدانی (دوسری مجلس)

حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانیؒ

کے ملفوظات جو ۵ شوال ۵۴۵ھ مدرسہ قادریہ بغداد معلی میں ارشاد فرمائے:

اے بندۂ خدا ! اللہ تعالیٰ کے ساتھ تیری ناتجربہ کاری غفلت و بھولا پن تجھ کو اللہ سے دور کررہی ہے اور تجھ کو اس نے اللہ سے غائب کر رکھا ہے۔تو اپنی ناتجربہ کاری وغفلت سے قبل اس کے کہ تجھے پیٹا جائے اور تو ذلیل کیا جائے اور تیرے اوپر بلاؤں کے اژدھے اور بچھو مسلط کئے جائیں رجوع کر لے۔تو نے ابھی لقمۂ اجل نہیں چکھا ہے،اس وجہ سے تو دھوکہ میں پڑ رہا ہے تو دنیا کی معیشت کی،جن تمام چیزوں میں گھرا ہوا ہے،ان پر خوش نہ ہو وہ سب عنقریب زائل ہونے والی ہیں۔اللہ عزّ وجل نے ارشاد فرمایا: ''یہاں تک کہ جب وہ لوگ(اقوام سابقہ) اللہ کی عطا کردہ نعمتوں پر اترانے لگے،ہم نے ان کو اچانک پکڑلیا۔'' اللہ کے پاس جو مرتبہ ہے اس پر فتح مندی صبر کرنے سے دی جاتی ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے تاکید کے ساتھ صبر کا حکم صادر فرمایا ہے۔محبوبانِ خدا کی بلاء سے آزمائش کی جاتی ہے۔پس وہ اس پر صبر کرتے ہیں اور باوجود بلاؤں اور آزمائش کے،ان کو نیک کاموں کے کرنے کا الہام کیا جاتا ہے اور ان مصیبتوں پر جو ان کو ربّ تعالیٰ کی طرف سے پہنچتی ہیں صبر کرتے رہتے ہیں،اگر صبر نہ ہوتا تو تم ہرگز مجھ کو اپنے درمیان میں نہ دیکھتے۔میں ایک جال بنادیا گیا ہوں،جس کے ذریعہ سے پرندوں کا شکار کیا جاتا ہے رات سے انتہاء رات تک میری آنکھ کھول دی جاتی ہے اور میرے پاؤں سے بندش علیحدہ کردی جاتی ہے۔(وقت،خلوت سے)دن میں آنکھ بند کرنے والا ہوں اور میرا پاؤں جال میں بندھا ہوا ہوتا ہے۔(تمہارے ساتھ مشغول رہتا ہوں)یہ سب تمہاری مصلحت کیلئے کیا گیا ہے اور تم نہیں پہچانتے ہو۔اگر توفیق الٰہی راہنما نہ ہوتی تو کوئی عقل مند ایسے شہر میں بیٹھتا! جس کے رہنے والوں کے ساتھ زندگی بسر کرتا،جس میں مکاری،نفاق وظلم عام ہو،اور شبہ اور حرام کی کثرت ہو

اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری بڑھ جائے اور ان سے فسق و فجور نافرمانیوں پر مدد لی جائے۔ آہ! ایسے لوگ زیادہ ہوجائیں جو اپنے گھر میں فاسق فاجر ہوں اور دکان میں آ کر پرہیز گار بننے والے، اپنے تہہ خانہ میں زندیق ہوں، کرسی پر جلوہ نما ہوکر صدیق بن جائیں۔ اگر حکمتیں نہ ہوتیں تو میں جو کچھ تمہارے گھروں کے اندر ہوتا ہے بیان کر دیتا لیکن میرے لئے بنیادیں جو تعمیر کی حاجت مند ہیں وہ میرے بچے ہیں، تربیت کے محتاج ہیں (یعنی تم سب) اگر میں وہ بعض امور کھول دوں جو مجھے معلوم ہیں تو یہ میرے اور تمہارے درمیان میں جدائی کا سبب ہوجائیگا۔ میں بحالت موجودہ (تمہاری ہدایت کیلئے) انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی قوت کا محتاج ہوں اور آدمؑ سے لیکر میرے زمانہ تک جو اگلے لوگ گزر چکے، ان کے صبر کا محتاج ہوں قوت ربّانی کا محتاج ہوں۔

اے اللہ! میں تجھ سے لطف و مدد، توفیق و رضا کا طلب گار ہوں۔ اے اللہ! قبول فرمالے۔

اے بیٹے! تو دنیا میں باقی رہنے اور اس میں نفع حاصل کرنے کیلئے پیدا نہیں کیا گیا۔ پس ان کاموں کو جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں اور تو ان میں مبتلا ہے، بدل ڈال۔ طاعت الٰہی میں تیرا محض کلمہ پڑھ لینے پر قناعت کرنا جس پر تو قانع ہے، تجھے نفع نہ دیگا، تاوقتیکہ اس کی طرف تو دوسری چیزوں کو نہ ملائے گا۔ ایمان قول و عمل دونوں کا نام ہے۔ جب تو گناہ کرتا رہے گا، لغزشوں اور اللہ تعالیٰ کی مخالفتوں میں مبتلا رہے گا اور ان سب اُمور پر اصرار کرے گا، گناہ کیے جائے گا اور نماز، روزہ، زکواۃ، حج و صدقہ اور افعالِ خیر چھوڑ دے گا تو تیرا یہ دعویٰ ایمان نہ قبول کیا جائے گا نہ وہ تجھے نفع دے گا۔ محض کلمہ شہادت بغیر عمل، تجھے کیا نفع دے گا۔ جب تو نے لا الٰہ الا اللّٰہ کہا پس تو مدعی بن گیا۔ تجھ سے کہا جائے گا، اے مدعی! آیا! تیرے پاس دعوے کے ثبوت کیلئے گواہ ہیں؟ اس دعوے کے گواہ اللہ کے حکموں کا بجا لانا، اور ممنوعات ومنہیات سے باز رہنا اور آفتوں پر صبر کرنا اور تقدیر کے سامنے سر جھکانا ہیں۔ ان اعمال کے قبول ہونے کیلئے اخلاص الٰہی کی شرط ہے (کہ بغیر اخلاص کوئی عمل درجۂ قبولیت نہیں پاتا) اللہ تعالیٰ کسی قوم کو بغیر عمل کے اور کسی عمل کو بغیر اخلاص کے قبول نہیں فرماتا ہے۔ کسی قدر مال سے فقیروں کے ساتھ احسان کرتے رہو تم

تھوڑا مال کے دینے پر قدرت رکھو تو سائل کو محروم نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ عطاء کو محبوب رکھتا ہے، اس میں تم اس کی موافقت کرو اور اس کا شکر کرو کہ اس نے تمہیں کیسے اس کا اہل بنایا اور تم کو عطائے مال پر قدرت دے دی۔

تجھ پر افسوس! جب کہ سائل اللہ تعالیٰ کا ہدیہ ہے اور تو مال دے دینے پر بھی قادر ہے۔ پس تو اس ہدیہ کو کیسے اس کے ہدیہ بھیجنے والے کی طرف واپس کرتا ہے۔ تو میری طرف متوجہ ہوتا ہے، واعظ سنتا ہے اور روتا ہے اور جب تیرے پاس فقیر آتا ہے تو تیرا قلب سخت ہو جاتا ہے۔ تیرا سننا اور رونا خالص اللہ کیلئے نہیں۔ میرے پاس بیٹھ کر تیرا وعظ سننا اوّلاً باطن کے ساتھ ہو، پھر قلب کے ساتھ اور پھر اعضائے ظاہری کے ساتھ کہ وہ بھلائی اور نیکی میں مشغول رہیں۔ تو جب میرے پاس آئے تو ایسی حالت میں آ کہ تو اپنے علم، اپنے عمل، اپنی زبان اور حسب ونسب سب کچھ چھوڑ کر آؤ، اور اپنے مال اور اپنے اہل وعیال کو بھلائے ہوئے ہو (سچا بندہ ہونے کیلئے اسی کی ضرورت ہے) میرے سامنے ماسوائے اللہ سے برہنہ ہو کر کھڑا ہوا کر، تا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے قرب وفضل واحسان سے خلعت عطا فرمادے۔ جب تو میرے پاس آتے وقت ایسا کرے گا تو مثل پرندہ کے ہو جائے گا کہ وہ اپنے گھونسلہ سے صبح کو بھوکا نکلتا ہے اور شام کو پیٹ بھرا ہوا واپس آتا ہے۔ قلب کی نورانیت حق تعالیٰ کے نور سے ہے اور اسی واسطے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: " سچے مومن کی دانائی اور فراست سے ڈرو، وہ تو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔" اے فاسق! تو سچے ایماندار سے ڈر، اور اس کے پاس ایسی حالت میں نہ جا کہ تو اپنی گناہوں کی نجاست میں لتھڑا ہوا ہو، کیونکہ وہ اللہ کے نور سے تیری اسی حالت کو جس میں تو مبتلا ہے، دیکھتا ہے اور تیرے شرک اور نفاق کو دیکھتا ہے، وہ تیری اندرونی حالت کو جو تیرے کپڑوں کے نیچے پوشیدہ ہے، دیکھتا ہے۔ وہ تیری رسوائیوں وبرائیوں کو دیکھتا ہے۔ جو شخص اہل فلاح وبزرگ آدمی کو نہیں دیکھتا فلاح نہیں پاتا، تو سراپا ہوس بنا ہوا ہے اور تیرا میل جول اہل ہوس ہی سے ہے، کسی سائل نے سوال کیا کہ یہ اندھا پن کب تک! پس جواب پایا کہ اس وقت تک کہ تو کسی طبیب کے پاس

جائے اور تو اس کے آستانہ پر تکیہ لگا کر بیٹھ جائے اور تیرا ظن اس کے بارے میں اچھا ہو اور تو اپنے دل سے اسکی تہمت دُور کر دے اور اپنی اولاد کو لیکر تو اس کے دروازہ پر بیٹھ جائے اور اس کی دوا کی کڑواہٹ پر صبر کرے۔ پس جب تو یہ کرلے گا تیری دونوں آنکھوں سے اندھا پن جاتا رہیگا تو اللہ عزوجل کے سامنے خود کو جھکا دے اور اپنی حاجتوں کو اسی پر پیش کر اور کسی عمل کو اپنے نفس کیلئے شمار نہ کر۔ اپنے اور پر خلق کے دروازوں کو بند کرلے، اپنے اور خدا کے درمیان میں دروازہ کھول لے اور اپنے گناہوں کا اقرار کر اور اس کی اطاعت میں اپنی قصورواری کا عذر پیش کر اور اس بات کا یقین کرلے کہ خدا کے سوا کوئی ضرر پہنچانے والا فائدہ دینے والا عطا فرمانے والا نہیں۔ پس اس وقت تیرے قلب کی آنکھوں کا اندھا پن جاتا رہے گا اور تیری بصر وبصیرت حرکت کرنے لگے گی۔

اے بیٹے! شان فقر موٹے کپڑوں کے پہننے اور برے کھانا کھانے میں نہیں ہے، شان فقر تو زُہد قلب میں ہے۔ اوّلاً سچا عاشق اپنے باطن کو صوف پہنا تا ہے پھر قلب کو پھر اپنے نفس کو پھر اپنے اعضاء کو۔ پھر جب وہ سراپا صوف پوش بن کر نیک بن جاتا ہے تو اس کی طرف رافت و رحمت اور احسان کا ہاتھ آتا ہے اور اس مرد خدا مصیبت زدہ پر بڑا تغیر پیدا کر دیتا ہے۔ اس سے غم کے کپڑے اُتار لیتے ہیں اور جامہٗ فرحت پہنا دیتے ہیں تکلیف و غم نعمت سے بدل جاتا ہے۔

اے بیٹے! اپنے رزق و حصوں کو زُہد کے ہاتھوں سے کھا، نہ کہ رغبت کے ہاتھ سے، جو شخص کہ کھائے اور روئے وہ اس شخص کی مانند نہیں ہوتا جو کہ کھائے اور ہنسے۔ تو اپنے مقسوم رزق کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے قلب کو مشغول رکھ کر کھا تو اس حالت میں بہ تحقیق رزق کی خرابی سے محفوظ رہے گا۔ تیرا طبیب کے ہاتھ سے اس چیز کو کھانا جس کی اصل تجھے معلوم نہیں تیرے تنہا کھانے سے بہتر ہے۔ اے سامعین! تمہارے دل کس قدر سخت ہو گئے! تمہارے درمیان میں امانت چلی گئی۔ آپس کی شفقت و مودت بالکل نابود ہو گئی۔ تمہارے نزدیک احکام شرعیہ امانت ہیں، تم نے ان سب کو چھوڑ دیا اور تم ان سب میں خیانت کرنے لگے۔

تجھ پر افسوس! اگر تو نے اس امانت کو لازم نہ پکڑا، (احکام شرعیہ بجا نہ لایا) قریب ہے

تیری آنکھوں میں پانی اُتر آئے گا اور تیرے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں شل ہو جائیں گے اور حق تعالیٰ تجھ سے اپنی رحمت ومہربانی کا دروازہ بند کر لے گا اور اپنی مخلوق کے قلبوں میں تیری طرف سے سختی ڈال دے گا اور تجھ پر جوان کی طرف سے احسان ہوتے ہیں، اس سے ان کو روک دے گا اپنے ربّ سے ڈرتے رہو، بلاشبہ اس کی پکڑ سخت، دردناک، تکلیف دہ ہے وہ تم کو تمہاری جائے امن سے تمہاری عافیت تمہاری شادمانی، حرصِ نافرمانی سے پکڑ لے گا، اس سے ڈرو۔ پس وہی ہے آسمانوں اور زمینوں کا معبود۔ اس کی نعمتوں کی شکر کے ساتھ حفاظت کرو۔ اس کے امر ونہی کا سمع (سننے) اور اطاعت سے مقابلہ کرو اور اس کی سختی کا صبر سے اور آسانی کا شکر سے مقابلہ کرو وہ لوگ کہ جو تم سے پہلے انبیاء ومرسلین اور صلحاء وعابدین گزر گئے ان کا یہی طریقہ رہا۔ وہ نعمتوں پر شکر اور مصیبتوں پر صبر کیا کرتے تھے۔ تم گناہوں کے دسترخوانوں سے کھڑے ہو جاؤ اور اطاعتِ الٰہی کے دسترخوانوں سے کھانا کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی طاعتوں کو لازم پکڑو اور حدودِ الٰہی کی حفاظت کرو جب خدا کی طرف سے نرمی وآسانی آئے پس ان کا شکر کرو اور جب تنگدستی آئے تو اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ بے شک اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ موت اور اسکے بعد آنے والے حالات کو اور ربّ عزوجل اور اس کے حساب ومہربانیوں کو جو تمہارے ساتھ ہیں یاد کیا کرو۔ کیا تم نہ جاگو گے؟ کب تک یہ نیند رہے گی! یہ جہالت نفس وخواہشات کے ساتھ قیام اور عادت کی پیروی کب تک رہے گی! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شریعت کی متابعت سے ادب آموز کیوں نہیں ہوتے، عادت کو چھوڑ دینا عبادت ہے۔

اے غلام! تو آدمیوں سے میل جول اندھاپن جہالت خواب وغفلت کے ساتھ نہ کر بلکہ ان سے تیرا میل جول بصیرت وعلم وبیداری کے ساتھ ہونا چاہیے۔ پس جب تو ان سے اچھا قابلِ ستائش کوئی کام دیکھے تو بھی ان کا ساتھ دے اور جب تو ان سے کوئی برا فعل قابلِ نفرت وخلافِ شرع دیکھے تو تو اس سے بچ اور ان کو اس سے روک دے۔ تم حق سبحانہ تعالیٰ سے غفلت کلیہ میں ہو۔ اپنے اوپر اس کے واسطے بیداری ہوشیاری لازم پکڑو۔ تم التزام کے ساتھ مسجدوں

کی حاضری اور نبی کریمﷺ پر کثرت سے درود پڑھنے کو لازم پکڑو۔ بے شک نبی کریمﷺ نے ارشادفرمایا ہے اگر آسمان سے آگ اُترے تو سوائے اہل مساجد کے اس سے کوئی نجات نہ پائے۔ جب تم ادائے نماز میں سستی کرنے لگو گے تو تمہاری نمازیں حق تعالیٰ سے منقطع ہو جائیں گی اور اسی واسطے حضور نبی مکرمﷺ نے ارشادفرمایا: بندہ مومن اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب اس حالت میں ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے۔

تجھ پر افسوس! تو کیوں تاویل کرتا ہے اور رخصت کا پہلو ڈھونڈتا ہے۔ تاویل کرنے والا دھوکہ باز ہے کاش! جب ہم محض عزیمت ہی پر عمل کرتے اور اپنے عملوں میں اخلاص پیدا کرتے اور اس پر ہم اللہ تعالیٰ کے احکام سے نجات پا لیتے۔ عزیمت اور اہل عزیمت چلے گئے۔ یہ زمانہ تو رخصتوں کا ہی رہ گیا ہے نہ کہ عزیموں کا۔ یہ زمانہ مکاری دکھاوے اور نفاق اور بلا کسی حق کے دوسروں کے مال لے لینے کا ہے۔ ایسے لوگ بہت ہو گئے ہیں جو خلق کیلئے نماز پڑھتے، روزہ رکھتے، حج کرتے، زکوٰۃ دیتے اور تمام کارِخیر کرتے ہیں، نہ خالق کے واسطے (ہر کام دکھلاوے کا کر رہے ہیں)۔ اس زمانے کے لوگوں کا بڑا کام خلق کی طرف متوجہ ہونا بغیر خالق کے رہ گیا ہے۔ خلق کی خوشنودی مطلوب ہے۔ تم سب کے قلب مُردہ ہیں، نفس اور خواہشاتِ نفسانیہ زندہ، تم سب طالبِ دنیا ہو، حقیقتاً زندہ دلی مخلوق سے جدا ہو جانا اور حق تعالیٰ کے ساتھ قائم ہونا ٹھہرنا ہے کیوں کہ اس مقام پر صورتِ ظاہری کا اعتبار نہیں ہے۔ حقیقت کا اعتبار ہے، (جس کے تم تارک ہو) اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اس کے منہیات سے باز رہنے اور اس کی بلاؤں پر صبر کرنے قضاء وقدر کے سامنے سر جھکا دینے میں قلب کی زندگی ہے۔

اے غلام! اوّلاً تو اپنے آپ کو امور تقدیریہ میں خدا کے حوالہ کر دے پھر تو اس کے ساتھ قیام کر۔ ہر امر (نیک عمل کو) ہر وقت اس پر ہمیشگی سے کرنا ضروری ہے۔

تجھ پر افسوس ہے! تو اپنے ہر معاملہ میں غور وفکر کیا کر جو ایک قلبی امر ہے۔ جب تو اس میں اپنے لئے بہتری دیکھے تو تو اس پر شکر گزار ہو کہ شکر نعمت اللہ کیلئے ضروری ہے۔ جب اس میں تجھے

برائی معلوم ہوتو اس سے توبہ کرلے۔اس غوروفکر سے تیرادِین زندہ ہوجائے گا اور تیرا شیطان مرجائے گا۔اس لئے فرمایا گیا ہے ایک ساعت کا تفکر ساری رات کے قیام سے بہتر ہے۔

اے اُمت محمدی ﷺ! تم اللہ عزوجل کا شکر کرو۔اس نے تمہارے ایسے عمل پر جو بہ نسبت امت سابقہ کے قلیل ہے قناعت فرمائی ہے۔دنیا میں تم بعد میں آنے والے ہو اور تم قیامت کے دن پہلے ہو دخول جنت ورحمت الٰہی میں۔تم میں سے جو صحیح وتندرست ہے اس کے برابر کوئی دوسرا نہیں۔تم امیر وسردار ہو اور دوسری اُمتیں تمہاری رعیت۔جب تک تو خلق سے،ان چیزوں میں جو ان کے قبضہ وتصرف میں ہیں جھگڑتا رہے گا اور ان کو اپنے ریاء ونفاق سے کھینچتا رہے گا،تندرستی حاصل نہ ہوگی۔جب تک تو دنیا میں رغبت کرنے والا رہے گا۔تجھے صحت وتندرستی نہ ملے گی۔جب تک تو اپنے قلب سے غیر پر بھروسہ کرنے والا رہے گا۔خدا پر سچا بھروسہ نہ کرے گا تو (روحانی طور پر) صحیح وتندرست نہ بنے گا۔اے اللہ! تو ہم کو اپنی معیت کی صحت وتندرستی عطا فرما۔

دعائے مغفرت

ملتان سے خالد محمود بخاری صاحب کے بڑے بھائی

کراچی سے بزرگ بھائی جناب منیر احمد لودھی کی اہلیہ

گوجرانوالہ سے احمد رضا خان کے ماموں زاد بھائی کی والدہ

گوجرانوالہ سے بھائی شبیر صاحب کی پھوپھی صاحبہ۔

ڈسکہ سے خادم حلقہ محمد اسلم چیمہ صاحب کی والدہ

بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اورصوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پراثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
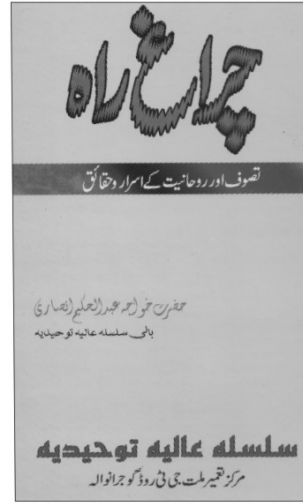
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اورناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اورروحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
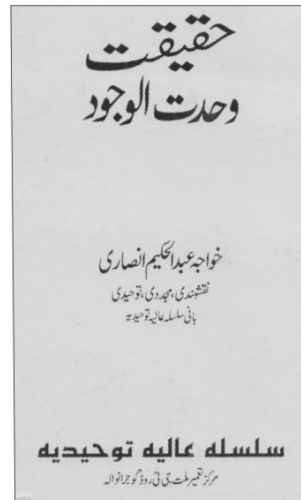
مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
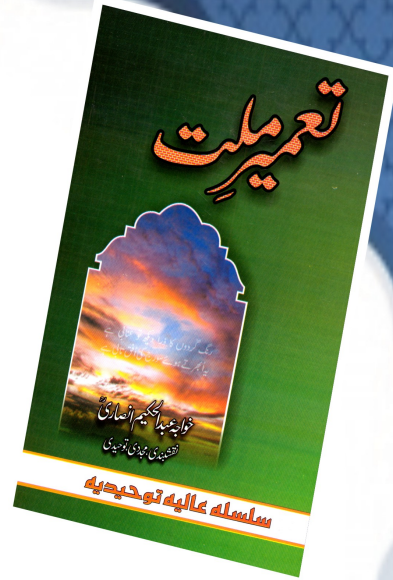
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com